

درِ مبین

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

سیح موعود و مہدی مہمود

بانی جماعت احمدیہ

کا

پُر معارف اُردو منظوم کلام

فہرست

پہلا ج

مذہب

- | | | | |
|----|--|----|---|
| ۱ | نصرت الہی | ۲ | فدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے |
| ۲ | دعوتِ فکر | ۳ | یارو! غمزدی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں |
| ۳ | فضائلِ قرآن مجید | ۵ | جمالِ وحیِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلمان ہے |
| ۴ | میسائیوں سے خطاب | ۷ | آؤ میسائیو! ادا مسدا آؤ! |
| ۵ | ادِصافِ قرآن مجید | ۹ | نورِ قرآن ہے جو سب فُوروں سے اجلی نکلا |
| ۶ | حمدِ رب العالمین | ۱۰ | کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدرا لا نور کا |
| ۷ | سہارے خام | ۱۱ | دنیا کی ہر مری و آڑیں کیا کچھ دکھتے ہیں |
| ۸ | وید | ۱۲ | ان کو سودا ہوا ہے دیدوں کا |
| ۹ | وفاتِ مسیحِ نامری علیہ السلام | ۱۳ | کیوں نہیں لوگو! تمہیں حق کا خیال |
| ۱۰ | علاماتِ المقرین | ۱۵ | خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار |
| ۱۱ | قادرِ مطلق کے حضور | ۱۵ | اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا |
| ۱۲ | اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق | ۱۶ | ہر طرف فکر کو دوزخ کے تمسک یا ہم نے |
| ۱۳ | چولہ بابا نانک | ۱۸ | یہی پاک چولہ ہے سکھوں کا تاج |
| ۱۴ | تاثیرِ صداقت | ۳۳ | واہ رے زورِ صداقت خوب دکھلایا اثر |
| ۱۵ | محمودی آیین | ۳۳ | حمد و شت اُسی کو جو ذاتِ جادوانی |
| ۱۶ | خدا تعالیٰ کا شکر اور دعا بربانِ حضرت اہلِ جان | ۴۱ | ہے عجب میرے خدا میرے پر حاصل تیرا |

۴۴ اے دوستو جو پڑھتے ہو اتم الکتاب کو

۴۵ آواز آرہی ہے یہ فوٹو گراف سے

۴۶ خدایا اے میرے پیارے خدایا

۵۸ زندگی بخش جام احمد ہے

۵۹ اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال

۶۳ بھی نفرت نہیں ملتی درمیانی سے گندوں کو

۶۴ کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال

۶۵ نام اس کا نیم دعوت ہے

۶۶ اے آریہ سماج مت چھنسو مذاہب میں

۶۸ سنے والو! جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے

۶۹ دوستو جاگو کہ اب پھر زلزلہ آنے کہے

۷۰ آریوں پر ہے صد ہزار افسوس

۷۱ اسلام سے نہ بھاگو راہ دہلی یہی ہے

۸۹ عزیزو! دوستو! بھائیو! سنو بات

۹۲ کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال

۹۲ کیا تفرقہ اور توبہ سے نہیں ملنا عذاب

۹۳ الہی بخش کے کیسے تھے یہ تیر

۹۴ نشان کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائیگا

۹۵ پھر چلے آتے ہیں یاد زلزلہ آنے کے دن

۹۹ مبارک کوئیں نے ستایا نہیں

۱۷ اتم الکتاب

۱۸ معرفت حق

۱۹ بشیر احمد شریف احمد اور مبارک کی آمین

۲۰ شان احمد عربی علیہ السلام

۲۱ اشاعت دین بزورِ بشیر حرام ہے

۲۲ تعلق بائند

۲۳ جو شص صد اقت

۲۴ نسیم دعوت

۲۵ آریوں کو دعوت حق

۲۶ پیشگوئی زلزلہ عظیمہ

۲۷ انذار

۲۸ قادیان کے آریہ

۲۹ شان اسلام

۳۰ ہندوؤں سے خطاب

۳۱ غیرتِ اسلامی کو اپیل

۳۲ توبہ سے عذاب مل جاتا ہے

۳۳ اللہ تعالیٰ کو خاکساری پسند ہے

۳۴ اتمامِ محنت

۳۵ انذار و تبشیر

۳۶ صاحبزادہ میرزا مبارک احمد کے متعلق

۱۰۰	جگر کا ٹھکانہ مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک فہم تھا	۳۷	روح مزار میرزا مبارک احمد
۱۰۱	ہے شکر دہت عزت و بل غار ج ازبیاں	۳۸	محاسن قرآن کریم
۱۲۵	لے خدا لے کار ساز و عیب پوش در کردگار	۳۹	مناجات اور تبلیغ حق
۱۵۲	وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو	۴۰	درس توحید
۱۵۳	یہ نشان زلزلہ جو ہو چکا منگل کے دن	۴۱	پیشگوئی جنگ عظیم
۱۵۶	اگر دل میں تمہارے شرم نہیں ہے	۴۲	بدعتی سے بچو
۱۵۷	اک ذباک دن پیش ہو گا ٹوٹنا کے سامنے	۴۳	ہجوم مشکلات سے نجات حاصل کرنے کا طریق
۱۵۸		۴۴	متفرق اشعار
۱۶۲		۴۵	الہامی اشعار
۱۶۳		۴۶	الہامی مصرعے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

نصرتِ الہی

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
 جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
 وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسبہ کو اڑاتی ہے
 وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
 کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
 کبھی ہو کر وہ پانی اُن پر اک طوفان لاتی ہے
 غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
 بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے



دعوتِ سر

یارو! خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں ؟ غواپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں ؟
 باطل سے میل ڈال کی ہٹاؤ گے یا نہیں ؟ حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں ؟
 کب تک رہو گے ہندو تصتب میں فوجتے ؟ آخر قدم بعینہ اُٹھاؤ گے یا نہیں ؟
 کیونکر کرو گے رذو جو عشق ہے ایک بات ؟ کچھ ہوش کر کے مُذر سناؤ گے یا نہیں ؟

سچ سچ کہو، اگر نہ بناؤ تم سے کچھ جواب !
 پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں ؟



فضائل قرآن مجید

جمال و سخنِ قُدسِ آں نورِ جانِ ہر مسلمان ہے
 قمر ہے چاندِ اُردوں کا، ہمارا چاندِ قُدسِ آں ہے
 نفیر اُس کی نہیں جتنی نظر میں سن کر دیکھا
 بھلا کیونکر نہ ہو یکتِ کلامِ پاکِ رحماں ہے
 بہارِ جاوِداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
 نہ دُہِ خوبیِ چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بُستِاں ہے
 کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثنائی نہیں مسرگز
 اگر نُو نُوئے عُمتاں ہے دگر لصلِ بدخشاں ہے
 خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
 دہاں قُدرتِ یہاں در ماندگی فسقِ نمایاں ہے
 ملائک جس کی حضرت میں کریں استدارِ لاعلیٰ
 سخن میں اُس کے ہمتائی، کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں ایک پاؤں پھیرے کا بشر ہرگز
 تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے
 ارے لوگو! کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
 زباں کو تمام جواب بھی اگر کچھ بُوئے ایماں ہے
 خدا سے غیبر کو ہمتا بنانا سخت کفران ہے
 خدا سے کچھ ڈرو یا رو، یہ کیسا کذبِ دُبہتان ہے؟
 اگر اقرار ہے تم کو خُدا کی ذاتِ واحد کا
 تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے؟
 یہ یکے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پڑے؟
 خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے
 ہمیں کچھ کہیں نہیں بمبائیو نصیحت ہے غریبان
 کوئی جو پاک دل ہوئے دل و جاں اُس پہ قرباں ہے



عیسائیوں سے خطاب

آؤ عیسائیو ! ادا خداؤ !
 جس قدر خوبیاں ہیں فرقاں میں
 سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو
 کب تک بھوٹ سے کرو گے پیار
 کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو
 عینِ دنیا سے نہیں پیارو
 یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو
 اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل
 کیوں نہیں تم کو دینِ حق کا خیال
 کیوں نہیں دیکھتے طریقِ صواب ؟
 اس قدر کیوں ہے رکیں و استکبار ؟
 تم نے حق کو بھلا دیا ہینہات
 اے عزیزو ! سنو کہ بے تاراں
 جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں
 ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر
 جس کا ہے نامِ قادرِ کبر
 کوئےِ دبیر میں کچنخ لاتا ہے
 نورِ حق دیکھو ! راہِ حق پاؤ !
 کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ !
 یونہی عشوق کو نہ بہکاؤ !
 کچھ تو سچ کو بھی کام نہراؤ !
 کچھ تو لوگو! خدا سے شراؤ !
 اس جہاں کو بےا نہیں پیارو
 کوئی اس میں رہا نہیں پیارو
 ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل
 ہائے سوسوٹھے ہے دل میں اُبال
 کس بلا کا پڑا ہے دل پہ حجاب ؟
 کیوں خدا یاد سے گیا یک بار ؟
 دل کو پتھر بنا دیا ہینہات
 حق کو بلتا نہیں بھی انسان
 اُن پہ اس یار کی نظر ہی نہیں
 کہ بناتا ہے عاشقِ دبیر
 اُس کی بستی سے دی ہے پختہ خبر
 پھر تو کیا کیا نشان دکھاتا ہے

دل میں ہر وقت نور بہتا ہے سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
 اُس کے اوصاف کیا کروں میں بیاں وہ تو دیتا ہے جاں کو اُذر اک جاں
 وہ تو چمکا ہے نیترا کبیر اُس سے انکار ہو سکے کیونکر
 وہ ہمیں دستانِ تلک لایا اُس کے پانے سے یار کو پایا
 بحرِ حکمت ہے وہ کلامِ تمام عشقِ حق کا پلا رہا ہے جام
 بات جب اُس کی یاد آتی ہے یاد سے ساری خلق جاتی ہے
 سینہ میں نقشِ حق جماتی ہے دل سے غیرِ خدا اُٹھاتی ہے
 درد مندوں کی ہے دوا وہی ایک ہے خدا سے خدا نما وہی ایک
 ہم نے پایا نورِ ہدیٰ وہی ایک ہم نے دیکھا ہے دلِ بُبا وہی ایک
 اُس کے منکر جو بات کہتے ہیں یوں ہی اک واہیات کہتے ہیں
 بات جب ہو کہ میرے پاس آویں میرے مُنہ پر وہ بات کہہ جاویں
 مجھ سے اُس دلِ ستار کا حال نہیں مجھ سے وہ صورت و جمال نہیں

آنکھ پھوٹی تو خیر کان ہی
 نہ ہسی یوں ہی امتحانِ سہی



اوصافِ قرآن مجید

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے بلی نکلا
حق کی توحید کا مَرعبا ہی چلا تھا پورا
یا الہی! تیسرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
چلے گئے تھے کہ موسیٰ کا مصابہ فرقاں
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا ورنہ وہ نور
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دُنیا میں

پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
ناگہاں غیب سے یہ چشمہٴ اصغیٰ نکلا
جو ضروری تھا وہ سب اس میں بیتا نکلا
نئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
وہ تو ہر بات میں ہر دم میں کیتا نکلا
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ سیما نکلا
ایسا چمکا ہے کہ صدیوں سے بیتنا نکلا
جن کا اس نور کے ہوتے ہی دل غمی نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو بل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پستلا نکلا



حمدِ ربِّ العلمین

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدِ الانوار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے گل ہو گیا
اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
ہے عجب جلوہ تری قدرتِ کیا ہے ہر طرف
چشمہ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
تسلی خود رُوحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھو کا نمک
کیا جب تونے ہر اک نرہ میں رکھے ہیں خواہ
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
خوبز دیوں میں ملاحظتِ تیرے اس مُن کی
چشمِ مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سونو حجاب
ہیں تری پیاری نگاہیں دلبر اک تیغ تیز
تیرے طے کے لیے ہم مل گئے ہیں خاک میں
ایک دم بھی گل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا

بن رہا ہے سارا عالم آئینہ انصار کا
کیونکہ کچھ کچھ تعانِ شاں اُس میں جمالِ یار کا
مت کر د کچھ ذکرِ ہم سے ترک یا تار کا
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
ہر تارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
اُس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زاد کا
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفترِ ان اسرار کا
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدہ و شوار کا
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا
ورنہ تعاقبِ تراؤخ کا مسرودیندار کا
جن سے کجا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں بے جلدیِ خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں دار کا

سراٹے خام

دنیا کی حرص و آذیں کیا کچھ نہ کرتے ہیں فصل جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں
 در سے پیاد کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں ہوتے ہیں زر کے لیے کہیں مر رہی جاتے ہیں
 جب اپنے دہروں کو نہ جلدی سے پاتے ہیں کیا کیا نہ اُن کے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں
 پر اُن کو اُس جہن کی طرف کچھ نظر نہیں آنکھیں نہیں ہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں
 اُن کے طریقہ مذہم میں گولا لکھ ہو فساد کیسا ہی ہو عیاں کہ وہ ہے جھوٹ افتاد
 پر تب بھی مانتے ہیں اُسی کو بہر سبب کیا حال کر دیا ہے تعصب نے ہے غضب
 دل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کسی ترک اس عیاں و قوم کو کرنا نہیں کسی

اے خافلاں وفا نہ کند ایں سراٹے خام

دُنیاٹے دُون نہاند و نہاند بہ کس دَمام



وید

اُن کو سودا ہوا ہے دیدوں کا اُن کا دل مبستلا ہے دیدوں کا
 آریو! اس قدر کرو کیوں جوش کیا نفر آ گیا ہے دیدوں کا؟
 نہ کیا ہے نہ کر سکے پیدا سوچ لو یہ خدا ہے دیدوں کا
 عقل رکھتے ہو آپ بھی سوچو کیوں بھروسہ کیا ہے دیدوں کا؟
 بے خدا کوئی چسپنہ کیونکر ہو یہ سراسر خطا ہے دیدوں کا
 ناسک مت کے دید ہیں حامی بس یہی تدابیر ہیں دیدوں کا
 ایسے مذہب کسی نہیں چلتے
 کال سر پر کھڑا ہے دیدوں کا



وفات مسیح ناصری علیہ السلام

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال؟
ابن مریم مرگیا حق کی قسم
ماتا ہے اُس کو فرستیں سربر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے
کوئی مُردوں سے بھسی آیا نہیں
عہد شد از کردگار بے چگون
لے عزیزو! سوچ کر دیکھو ذرا
یہ تو رہنے کا نہیں پیاد مکان
ہاں نہیں پاتا کوئی اس سے نجات
کیوں تمہیں انکار پر اصرار ہے
بر خلاف نص یہ کیا جوش ہے
کیوں بنایا ابن مریم کو خدا
کیوں بنایا اُس کو باشانِ کبیر
مرگئے سب پر وہ مرنے سے بچا
ہے وہی اکثر پیرندوں کا خدا
مولوی صاحب! یہی توحید ہے

دل میں اٹھتا ہے برے سونو اہل
داخل جنت ہوا وہ نعمتِ رم
اُس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر
ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے
یہ تو فرستیں نے ہی بتلایا نہیں
غور کن در انہم لا یرجعون
موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا؟
چل بے سب استیاء و راتاں
یوں ہی باتیں ہیں بنائیں وایات
ہے یہ دیں یا سیرتِ کفار ہے
سوچ کر دیکھو اگر کچھ ہوش ہے
سنتِ اللہ سے وہ کیوں باہر رہا
غیب دان و خالق و حق و قدیر
اب تملک آئی نہیں اُس پر فنا
اس خدا دانی پہ تیرے مرجبا
پچھو کہو کس دیو کی تقلید ہے؟

کیا یہی تو حید حق کا راز تھا
 کیا بشر میں ہے خدائی کا نشان؟
 ہے تعجب آپ کے اس جوش پر
 کیوں نظر آتا نہیں راہِ صواب؟
 کیا یہی تعلیمِ فرشتاں ہے بھلا
 مومنوں پر کفر کا کرنا گماں
 ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
 شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
 سارے مکملوں پر ہمیں ایمان ہے
 دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
 تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
 سخت شورے افقِ اندر زمیں
 جس پہ برسوں سے تمہیں اک ناز تھا
 آلاہاں ایسے گماں سے آلاہاں!
 فہم پر اور عقل پر اور ہوش پر
 پڑ گئے کیسے یہ آنکھوں پر حجاب
 کچھ تو آخر چاہیے خوفِ خدا
 ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشان؟
 دل سے ہیں خدامِ ختمِ المرسلین
 خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
 جان و دل اس راہ پر قربان ہے
 ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
 کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب
 رحمِ کئی بر غلٹی لے جاں آئیں
 کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
 تجھ کو سب قدرت ہے اے ربِ مدنی



علامات المقرنین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر بشار
 اسی بُکر میں رہتے ہیں روزِ شب کہ راضی وہ ولدِ دارِ بوتا ہے کب؟
 اُسے دے چُکے مال و جاں بار بار ابھی خوفِ دل میں کہ ہیں نابکار
 لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
 دُہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے



قادرِ مطلق کے حضور

اِک کرشمہ اپنی قُدرت کا دکھا تجھ کو سب قُدرت ہے اے ربِّ العزّیٰ!
 حق پرستی کا بٹا جاتا ہے نام
 اِک نشان دکھلا کہ ہو نُجحت تمام



۱۔ نشانِ آسمانی صفحہ ۴۶ (حاشیہ) مطبوعہ ۱۹۹۲ء

۲۔ آسمانی فیصلہ صفحہ ۸ مطبوعہ ۱۹۹۲ء

سلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلائے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے
آزمائش کے لیے کوئی نہ آیا ہر چند
یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
جل سہے ہیں یہ سبھی بُھنوں میں اور کینوں میں
آؤ گو! کہ میں نورِ خدا پاؤں گے!!
آج ان نوروں کا اکتاہٹ ہے اس عاجز میں
جب سے یہ نور ملا نورِ میر سے ہمیں
مُصطفیٰ پر تراجمد ہو سلام اور رحمت

رہا ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو ملے

دل کو وہ جامِ لبالب ہے پلایا ہم نے

اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
موردِ قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم
زعم میں اُن کے مسیحائی کا دعویٰ میرا
لاختمِ غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
جب سے عشق اس کا نہ دل میں بھلایا ہم نے
افرا ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے

کافر و ملحد و دجال، یہیں کہتے ہیں نام کیا کیا غم ملت میں رکھیا ہم نے
 گایاں سن کے دُعا دیتا ہوں ان لوگوں کو دم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
 تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیائے احمد تیری خاطر سے یہ سب بڑا اٹھایا ہم نے
 تیری اُلفت سے ہے معمور ہر ہر ذرہ

اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

مصعب مشن کو کیا ہم نے بخت پامال سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے
 نور و کھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و غوار سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہم نے
 نقشِ مستی تیری اُلفت سے مٹایا ہم نے اپنا ہر ذرہ تیری رہ میں اُڑایا ہم نے
 تیرا سے خانہ جو اک مریض عالم دیکھا غم کا غم منہ سے بصد جس لگایا ہم نے
 شانِ حق تیرے شمال میں نظر آتی ہے تیرے پالنے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے
 چھو کے دامن ترا ہر دم سے ملتی ہے نجات لاجرم درد پر ترے سر کو جھکایا ہم نے
 دہرا! مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
 بخدا دل سے مرے سب گم فیضوں کے نقش جبکہ دل میں یہ ترا نقش جھلایا ہم نے
 دیکھ کر تجھ کو مجب نور کا جلوہ دیکھا نور سے تیرے شیاہیں کو جلایا ہم نے
 ہم بھنے خیر اتم تجھ سے ہی اسے خیرِ رسل تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
 آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام معج میں تیری دُہ گاتے ہیں ہم گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ کہ مرے پیار کج

شورِ محشر تیرے کوچہ میں مچایا ہم نے

چولہ بابا نانک

یہی پاک چولہ ہے سکتوں کا تاج
یہی ہے کہ نوروں سے معمور ہے
یہی جہنم ساکھی میں مذکور ہے
اسی پر وہ آیات ہیں بینات
یہ نانک کو غلست ملا سرفراز
اسی سے وہ سب راز حق پا گیا
اسی نے بلا سے بچایا اُسے
ذرا سوچو سکتو! یہ کیا چیز ہے؟
یہ اُس بھگت کا رہ گیا اک نشان
گزشتوں میں ہے شک کا اک احتمال
جو پیچھے سے ہلکتے بکھاتے رہے
گماں ہے کہ نقلوں میں ہو کچھ خطا
مگر یہ تو مفوض ہے بالیقین

یہی کابلی تل کے گھر میں ہے آج
جو دور اس سے اُس سے خدا دور ہے
جو انگہ سے اس وقت مشہور ہے
کہ جن سے ملے جادو دانی حیات
خدا سے جو تھا درد کا چارہ ساز
اسی سے وہ حق کی طرف آ گیا
ہر اک بدگھر سے پھڑپھڑایا اُسے
یہ اُس مرد کے تن کا تعویذ ہے
نصیحت کی باتیں حقیقت کی جاں
کہ انساں کے ہاتھوں سے ہیں مست مال
خدا جانے کیا کیا بناتے رہے
کہ انساں نہ ہو دے خطا سے جدا
وہی ہے جو تھا اس میں کچھ شک نہیں

اُسے سر پہ رکھتے تھے اہل صفا
جو نانبک کی مدح دشنا کرتے تھے
کہ دیکھا نہ ہو جس نے وہ پارسا
جسے اُس کے مُت کی نہ ہووے خبر
اُسے چوم کر، کرتے رو رو دُعا
اسی کا تو تھا مُعْبِزِ اَنہ اثر
پہا آگ سے اور پہا آب سے
ذرا دیکھو انگہ کی تحسیر کو
تہذیل سے، جب پیش آتی بلا!
وہ ہر شخص کو یہ کہا کرتے تھے
وہ چولہ کو دیکھے کہ ہے رہنما
وہ دیکھے اسی چولہ کو اک نظر
تو ہو جاتا تھا فضلِ متادِ خدا
کہ نانبک پہا جس سے وقتِ خطر
اُسی کے اثر سے، اُنہ اسباب سے
کہ لکھتا ہے اس ساری تقریر کو
یہ چولہ ہے قدرت کا جلوہ نما

کلامِ خدا اس پہ ہے جا بجا
جو شائق ہے نانبک کے دشن کا آج
برس گذرے ہیں چار تئو کے قریب
یہ نانبک سے کیوں رہ گیا اک نشان
یہ بھی تھی کہ اسلام کا ہو گواہ
بتا دے وہ پھیلوں کو نانبک کی راہ
خدا سے یہ تھا فضل اُس مرد پر
یہ مخفی امانت ہے کرتار کی
محبت میں صادق دہی ہوتے ہیں
سُنو! قصہ قدرت دُعا بجا لال!
خردمند، خوش نو، مبارک صفات
ہو اُس کے دروں کا اک چارہ گر
یہ معنی اک کلید اُس کے اسرار کی
کہ اُس چولہ کو دیکھ کر روتے ہیں
خردمند، خوش نو، مبارک صفات

خدا سے یہ تھا فضل اُس مرد پر
یہ مخفی امانت ہے کرتار کی
محبت میں صادق دہی ہوتے ہیں
سُنو! قصہ قدرت دُعا بجا لال!
خردمند، خوش نو، مبارک صفات
ہو اُس کے دروں کا اک چارہ گر
یہ معنی اک کلید اُس کے اسرار کی
کہ اُس چولہ کو دیکھ کر روتے ہیں

ابھی عمر سے تھوڑے گزرے تھے سال
 اسی جستجو میں وہ رہتا مُدام
 اُسے وید کی رُہ نہ آتی پسند
 جو دیکھا کہ یہ ہیں مڑے اور گئے
 کما کیسے ہو یہ خُندا کا کلام
 ہوا پھر تو یہ دیکھ کر سخت غم
 وہ رہتا تھا اس غم میں ہر دم اُداس
 کہ دل میں پڑا اُس کے دس کا خیال
 کہ کس راہ سے سچ کو پاوے تمام
 کہ دیکھا بہت اُسکی باتوں میں گند
 لگا ہونے دل اُس کا اُد پر تلے
 ضلالت کی تسلیم، ناپاک کام!
 مگر دل میں رکھتا وہ رنج و اَلَم
 زباں بند تھی دل میں سونو ہر اس

یہی فِکر کھاتا اُسے صبح و شام

نہ تھا کوئی ہم راز نہ ہم کلام

بکھی باپ کی جب کہ پڑتی نظر
 وہ کتا کہ اُسے میرے پیارے پسر!
 میں حیراں ہوں تیرا یہ کیا حال ہے
 وہ غم کیا ہے جس سے تو پاہل بنے
 نہ وہ تیری صورت نہ وہ رنگ ہے
 کہو کس سبب تیرا دل تنگ ہے؟

بُھے سچ بتا کھول کر اپنا حال

کہ کیوں غم میں رہتا ہے اُمیرے لالہ

وہ رو دیتا کہ کر کہ سب خیر ہے
 پھر آخر کو نکلا وہ دیوانہ وار
 اُتار اپنے مونڈھوں سے دُنیا کا بار
 خُدا کے لیے ہو گیا درد مند
 طلب میں چلا بے خود بے حواس
 جو پوچھا کسی نے چلے ہو کدھر؟
 مگر دل میں اک خواہش سیر ہے
 نہ دیکھے بیاباں نہ دیکھا پہاڑ
 طلب میں سفر کر لیا اختیار
 تنگم کی راہیں نہ آئیں پسند
 خدا کی عنایات کی کر کے اُس
 غرض کیا ہے جس سے کیا یہ سفر؟

کہا رو کے حق کا طلب گار ہوں نشانِ رہ پاک کرتار ہوں
 سفر میں وہ رو کے کرتا دُعا کہ اے میرے کرتار شکل کشا !
 میں عاجز ہوں کچھ بھی نہیں خاک ہوں مگر بسندہ درگاہ پاک ہوں
 میں قرباں ہوں دل سے تیری راہ کا نشانِ دے مجھے مرد آگاہ کا
 نشان تیرا پا کر وہیں جاؤں گا جو تیسرا ہو وہ اپنا مٹاؤں گا
 کرم کر کے وہ راہ اپنی بستا کہ جس میں ہو اے میرے تیری رضا
 بستا گیا اُس کو امام میں

کہ پاسے گا تو مجھ کو اسلام میں

مگر مردِ عارف فلاں مرد ہے وہ اسلام کے راہ میں فرد ہے
 ملا تب خدا سے اُسے ایک پیر کہ چشتی طریقت میں تھا دستگیر
 وہ بیعت سے اس کے ہوا فیضیاب سنا شیخ سے ذکر راہِ صواب
 پھر آیا وطن کی طرف اُس کے بعد
 ملی پیر کے فیض سے بختِ سعد

کوئی دن تو پردہ میں مستور تھا زباں چُپ تھی اور سیدہ میں نور تھا
 نہاں دل میں تھا دُور و سوز و نیاز شریروں سے چُپ چُپ کے پڑھتا نماز
 پھر آخر کو مارا صداقت نے جوش عشق سے جاتے رہے اُسکے ہوش
 ہوا پھر تو حق کے چُھپانے سے تنگ محبت نے بڑھ بڑھ کے دکھلا رنگ
 کہا یہ تو مجھ سے ہوا اک گناہ کہ پوشیدہ رکھی سچائی کی راہ
 یہ صدق و صفا سے بہت دُور تھا کہ غیروں کے خوفوں سے دل پُور تھا
 قصور سے اس بات کے ہو کے زار کہا رو کے اے میرے پروردگار !

ترے نام کا مجھ کو اقرار ہے ترا نام غمخوار دستار ہے
 بلا زریب تو حق و مقدوس ہے ترے بن ہر اک راہ سالوس ہے
 مجھے بخش اے خالق المالین تو ستوج و اِتی من انظلمین
 میں تیرا ہوں اے میرے کرتار پاک نہیں تیری راہوں میں خوفِ ہلاک
 ترے در پہ جاں میری قربان ہے محبت تری خود مری جان ہے
 وہ طاقت کہ ملتی ہے ابرار کو
 وہ دے مجھ کو دکھلا کے اسرار کو

خطا دار ہوں مجھ کو وہ رہ بستا کہ حامل ہو جس رہ سے تیسری رضا
 اسی عجز میں تھا تذلل کے ساتھ کہ پکڑا خدا کی عنایت نے ہاتھ
 ہوا غیب سے ایک چولہیاں خدا کا کلام اُس پہ تھا بے گماں
 شہادتِ حقِ اسلام کی حاجب
 کہ سچا تو ہی دیں ہے اور رہنما

یہ بگڑتا تھا اُس میں بخلِ علی کہ اللہ ہے اک اور محضند نبی
 ہوا حکمِ پن اس کو لے نیک مرد اتر جائیگی اس سے وہ ساری گرد
 جو پوشیدہ رکھنے کی تھی اک خطا یہ کفارہ اُس کا ہے اسے باور
 یہ ممکن ہے کشفی ہو یہ ماجرا دکھایا گیا ہو بہ حکمِ خدا
 پھر اُس طرز پر یہ بنایا گیا بحکمِ خدا پھر دکھایا گیا
 مگر یہ بھی ممکن ہے اے پختہ کار کہ خود غیب سے ہو یہ سب کارِ بار
 کہ پردے میں قادر کے اسرار ہیں کہ عقلیں وہاں پہنچ و بے کار ہیں
 تو یک قطرہ داری ز عقل و خبر و مگر قدرتِ شس بھر بے حد و قدر

اگر پشروی قصہ صادقان بختباں سر خود چو مستزیاں
تو خود را بخردمند فمیدہ مقامات مرداں کجا دیدہ
غرض اُس نے پناؤ فرخ باس نہ دکھاتا مخلوق سے کچھ ہراس
وہ پھرتا تھا کپڑوں میں چولہ کے ساتھ دکھاتا تھا لوگوں کو قدرت کے ہاتھ

کوئی دیکھتا جب اُسے دُور سے

تو ہلتی خبر اُس کو اُس دُور سے

جسے دُور سے وہ ظہر آتا تھا اُسے چولہ خود بھید بھاتا تھا
وہ ہر لحظہ چولے کو دکھلاتا تھا اسی میں وہ ساری خوشی پاتا تھا
غرض یہ تھی تا یار نورسند ہو خطا دُور ہو پختہ پیوند ہو

جو عشاق اُس ذات کے ہوتے ہیں

وہ ایسے ہی دُور دُور کے ہاں کھوتے ہیں

وہ اُس یار کو بصدق دکھلاتے ہیں اسی غم میں دیوانہ بن جاتے ہیں
وہ ہاں اسکی رہ میں فدا کرتے ہیں وہ ہر لحظہ سو سو طرح مرتے ہیں
وہ کھوتے ہیں سب کچھ بصدق و صفا مگر اُس کی ہو جائے ماحلِ رضا
یہ دیوانگی عشق کا ہے نشان نہ سمجھے کوئی اس کو مجزعا نشان
غرض جو شش اُفتاب مہذب دار یہ تاہم نے چولہ بنایا شعار
مگر اس سے راضی ہو وہ دلتاں کہ اُس بن نہیں دل کو تابِ توان
فدا کے جو ہیں وہ یہی کرتے ہیں وہ عنایت سے لوگوں کی کب فریتے ہیں
وہ ہو جاتے ہیں سارے دلدار کے نہیں کوئی اُن کا محبِ سزا کے
وہ ہاں دینے سے بھی نہ گھبراتے ہیں کہ سب کچھ وہ کھو کر اُسے پاتے ہیں

وہ دلبر کی آواز بن جاتے ہیں وہ اُس جاں کے ہراز بن جاتے ہیں
وہ ناداں جو کہتا ہے ذہ بند ہے نہ الہام ہے اور نہ پیوند ہے
نہیں عقل اُس کو نہ کچھ غور ہے اگر ذید ہے یا کوئی اور ہے
یہ پنج ہے کہ جو پاک ہو جاتے ہیں
خدا سے خدا کی خبر لاتے ہیں

اگر اس طرف سے نہ آوے خبر تو ہو جائے یہ راہ زیر و زبر
طلب گار ہو جائیں اس کے تباہ وہ مر جائیں دیکھیں اگر بند راہ
مگر کوئی مشوق ایسا نہیں کہ عاشق سے رکھتا ہو یہ بُنفس دیکھیں
خدا پر تو پھر یہ گماں عیب ہے

کہ وہ راحم و عالم الغیب ہے
اگر وہ نہ بولے تو کیونکر کوئی یقین کر کے جانے کہ ہے مخفی
وہ کرتا ہے خود اپنے جھگڑوں کو یاد کوئی اُس کے رہ میں نہیں نامراد
مگر دید کو اس سے انکار ہے اسی سے تو بے خیر و بے کار ہے
کرے کوئی کیا ایسے طومار کو بلا کر دکھائے نہ جو یار کو
وہ دیدوں کا ایشر ہے یا اک حُجّر کہ بولے نہیں جیسے اک گنگر
تو پھر ایسے دیدوں سے حال ہی کیا ذرا سوچو اسے یادو بہر حُدا
وہ انکار کرتے ہیں الہام سے کہ ممکن نہیں خاص اور عام سے
یہی سیالکوں کا تو صحتِ مَدما اسی سے تو کھلتی تھیں آنکھیں ذرا
اگر یہ نہیں پھر تو وہ مر گئے کہ بے سود جاں کو بسدا کر گئے
پہ دیدوں کا دعویٰ سنا ہے ابھی کہ بعد اُن کے مُنہم نہ ہو گا بھی

وہ کہتے ہیں یہ کوچہ مسدود ہے تلاش اس کی عارف کو بے سود ہے
وہ غافل ہیں رحماں کے اُس دابکے کہ رکھتا ہے وہ اپنے اجاب سے
اگر اُن کو اس رہ سے ہوتی خبر
اگر مسدق کا کچھ بھی رکھتے اثر

تو انکار کو جانتے جلتے شرم یہ کیا کہہ دیا وید نے ہائے شرم
نہ جانا کہ اہم سام ہے یکسا اسی سے تو ملتا ہے عجیب ہست
اسی سے تو عارف ہوئے بادہ نوش اسی سے تو آنکھیں کھلیں اور گوش
یہی ہے کہ نائب ہے دیدار کا
یہی ایک چشمہ ہے اسرار کا

اسی سے ملے اُن کو نازک علوم خدا پر خدا سے یقین آتا ہے
خدا کوئی یار سے جب لگاتا ہے دل تو باتوں سے لذت اُٹھاتا ہے دل
کہ دلدار کی بات ہے اک خدا مگر تو ہے مُسکرتے تھے اس سے کیا
نہیں تجھ کو اس رہ کی کچھ بھی خبر تو واقف نہیں اس سے ملے بلے ہنر
وہ ہے مہربان و کریم و مستدیر قسم اُس کی، اُس کی نہیں ہے نظیر
جو ہوں دل سے قربان رپ جلیل نہ نقصان اُٹھاؤں نہ ہوویں ذلیل
اسی سے تو تپکت ہوا کامیاب کہ دل سے تھا قربان عالی جناب
بتایا گیا اس کو الہام میں کہ پائے گا تو مجھ کو اسلام میں
یقین ہے کہ نامک تھا ملزم ضرور نہ کر وید کا پاس اسے پُر غرور
دیا اس کو کرتار نے وہ گیسان کہ دیدوں میں اُس کا نہیں کچھ نشان

اکیلا وہ بھاگا ہنودوں کو چھوڑ چلا کتہ کو ہند سے مُنہ کو موڑ

گیا غمانہ کعبہ کا کرنے طواف

مسلمان بنا پاک دل بے خلاف

یا اُس کو فضلِ خدا نے اُٹھا بی دونوں عالم میں عزت کی جا

اگر تو بھی چھوڑے یہ ملک ہوا تجھے بھی یہ ترسہ کرے وہ عطا

تو رکھتا نہیں ایک دم بھی روا جو بیوی اور بچوں سے ہودے جدا

مگر وہ تو پھرتا تھا دیوانہ وار

نہ جی کو تھا پین اور نہ دل کو قرار

ہر اک کتا تھا دیکھ کر اک نظر کہ ہے اُس کی آنکھوں میں کچھ جلوہ گر

محبت کی تھی سینہ میں اک غلش لیے پھرتی تھی اُس کو دل کی تپش

کبھی شرق میں اور بھی غرب میں رہا گھومتا مستحق اور کرب میں

پرندے بھی آرام کر لیتے ہیں مجاہد بھی یہ کام کر لیتے ہیں

مگر وہ تو اک دم نہ کرتا ستر ادا کر دیا عشق کا کاروبار

کسی نے یہ پوچھی تھی عاشق سے بات وہ نسخہ بتا جس سے جاگے تو رات

کماند کی ہے دوا سوز و درد کہاں نیند جیب غم کرے چہرہ زرد

وہ آنکھیں نہیں جو کہ گریاں نہیں وہ خود دل نہیں جو کہ بریاں نہیں

تو انکار سے وقت کھوتا ہے کیا تجھے کیا خبر عشق ہوتا ہے کیا؟

نہ پوچھو اور میرے دل سے یہ راز مگر کون پوچھے بجز عشق باز

جو برباد ہونا کرے اختیار خدا کے لیے ہے وہی بختیار

جو اُس کے لیے کھوتے ہیں پاتے ہیں جو مرتے ہیں وہ زندہ ہو جاتے ہیں

وہی وصلؔ لاشریک اور عزیز

نہیں اُس کی مانند کوئی بھی چسپن

اگر جاں کروں اُس کی رہ میں فدا تو پھر بھی نہ ہو شکر اُس کا ادا
میں چوئے کا کرتا ہوں پھر کچھ بیاں کہ ہے یہ پیارا مجھے جیسے جاں
ذرا جنم ساکھی کو پڑھ اے جواں کہ انگد نے بکھا ہے اس میں عیاں
کہ قدرت کے ہاتھوں کے تھے وہ دم

خدا ہی نے بکھا بہ فصل و کرم

وہ کیا ہے یہی ہے کہ اللہ ہے ایک
بغیر اس کے دل کی معنائی نہیں
یہ میاں ہے دین کی تحیت کا
ذرا سوچو یادو! اگر انصاف ہے
یہ تابک سے کرنے لگے جب جدا
کما دور ہو جاؤ تم ہار کے
بشر سے نہیں تا اُنارے بشر
دعا کی مٹی اُس نے کہ لے کر دگارا
یہ چولہ تھا اُس کی دعا کا اثر
یہی پھوڑ کر وہ دل مر گیا
اُسے مُردہ کتنا خطا ہے غلط
وہ تن گم ہوا یہ نشان رہ گیا
کہاں ہے جنت کہاں ہے وفا
عجّت نبی اُس کا پاک اور نیک
بجز اس کے غم سے رہائی نہیں
کھلا فرق و قبال و صلیق کا
یہ سب کشمکش اس گھڑی صاف ہے
رہے زور کر کر کے بے مدعا
یہ خلعت ہے ہاتھوں سے کتار کے
خدا کا کلام اِس پہ ہے جلوہ گر
بتا مجھ کو رہ اپنی خود کر کے پیار
یہ قدرت کے ہاتھوں کا تما سہر
نصیحت مٹی مقصد ادا کر گیا
کہ زندوں میں وہ زندہ دل جا بلا
ذرا دیکھ کر اِس کو آنسو بہا
پیادوں کا چولہ ہوا کیوں بُرا

دفاوار ماشق کا ہے یہ نشان کہ دبسر کا خط دیکھ کر ناگیاں
 لگاتا ہے آنکھوں سے ہو کر فدا یہی ہیں ہے دلدادگاں کا سدا
 مگر جس کے دل میں محبت نہیں اُسے ایسی باتوں سے رغبت نہیں
 اُمٹو جلد تر لاؤ فوٹو گراف
 ذرا کھینچو تصویر چولے کی صاف

کہ دنیا کو ہرگز نہیں ہے بت قنا سب کا انجام ہے جُز خدا
 سو سو مکس جلدی کہ اب ہے ہراس مگر اس کی تصویر رہ جائے پاس
 یہ چولہ کہ قدرت کی تحریر ہے یہی رہ نما اور یہی پیر ہے
 یہ انگڈ نے خود لکھ دیا صاف صاف کہ ہے وہ کلام خدا بے گراف
 وہ لکھا ہے خود پاک کرتار نے اُسی حتیٰ وقتِ سوم و غفار نے
 خدا نے جو لکھا وہ کب ہو خطا وہی ہے خدا کا کلام صفا
 یہی راہ ہے جس کو بھولے ہو تم اُمٹو یادو اب مت کرو راہ گم
 یہ نور خدا ہے خدا سے ملا ارے جلد آنکھوں سے اپنی لگا
 ارے لوگو! تم کو نہیں کچھ خبر جو کتا ہوں میں اُس پہ رکھنا نظر
 زمانہ تعقب سے رکھتا ہے رنگ کریں حتیٰ کی تکذیب سب بے درنگ
 وہی دیں گے راہوں کی سُنا ہے بات کہ ہو متقی مرد اور نیک ذات
 مگر دوسرے سارے ہیں پُر عناد پیارا ہے ان کو عنسُور اور فساد

بناتے ہیں باتیں سراسر دروغ

نہیں باتیں اُن کی کچھ بھی فروغ

بھلا بعد چولے کے لے پُر غرورا وہ بھیا کسر باقی ہے جس سے تو دور

تُو ڈرتا ہے لوگوں سے اے بے ہنر خدا سے تجھے کیوں نہیں ہے خطر؟
یہ تحریر چولہ کی ہے اک زباں ! سُنو وہ زباں سے کرے کیا بیاں

کہ دین خدا دینِ اسلام ہے
جو ہو منکر اُس کا بد انجام ہے

مُحَمَّد وہ نبیوں کا سردار ہے کہ جس کا عُدو مثلِ مُردار ہے
تجھے چولے سے کُھ تو آوے حیا ذرا دیکھ ظالم کہ کرتا ہے کیا
کہو جو رضا ہو مگر سُن لو بات وہ کہنا کہ جس میں نہیں کپش پات
کہ حق جو سے کرتا کرتا ہے پیار وہ انسان نہیں جو نہیں حق گزار
کہو جب کہ پوچھے گا مولیٰ حساب تو بھائیو بتاؤ کہ کیا ہے جواب؟
میں کتا ہوں اک بات لے نیک نام ذرا غور سے اُس کو سُنو تمام
کہ بے شک یہ چولہ پُر از نور ہے تَمَر، وفا سے بہت دُور ہے
دکھائیں گے چولہ تھیں کھول کر کہ دو اُس کا اثر ذرا بول کر
یہی پاک چولہ رہا اک نشان گرو سے کہ تھا غلق پر مہرباں
اسی پر دوشالے چرم سے ادرزر یہی مُلک و دولت کا تھا اک ستون
یہی مُلک و دولت کا تھا اک ستون عمل بد کئے ہو گئے سرنگوں
خدا کے لیے پھوڑا اب بغض دیکھیں ذرا سوچو باتوں کو ہو کر انہیں

وہ صدق و محبت وہ مہر و وفا

جو نامک سے رکھتے تھے تم بر ملا

دکھاؤ ذرا آج اُس کا اثر اگر صدق ہے حبلہ دُور و ادھر
گرو نے تو کر کے دکھایا تھیں وہ رستہ چلے جو بتایا تھیں

کہاں ہیں جو نایک کے ہیں خاکِ پا جو کرتے ہیں اُس کیلئے جاں بسدا
کہاں ہیں جو اس کے لیے مرتے ہیں
جو ہے داک اُس کا وہی کرتے ہیں

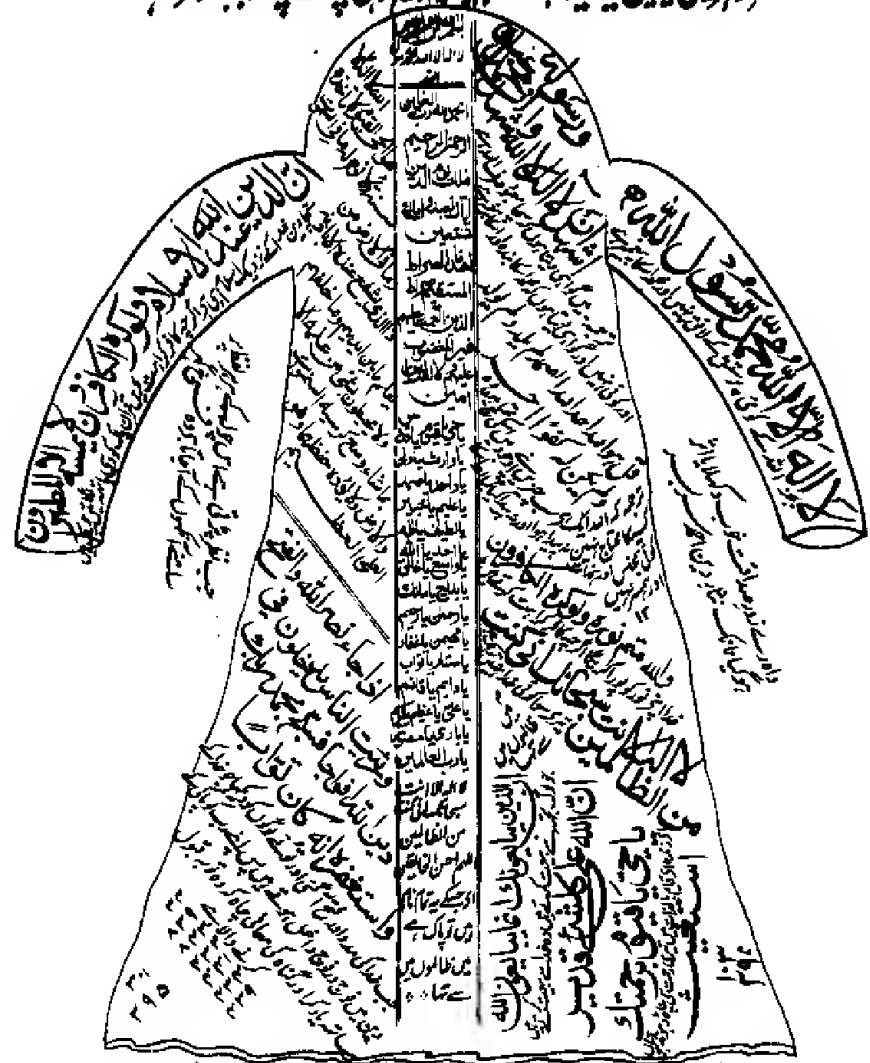
کہاں ہیں جو ہوتے ہیں اُس پر نثار
کہاں ہیں جو رکھتے ہیں صدق و ثبات
کہاں ہیں کہ جب اُس سے کچھ پاتے ہیں
کہاں ہیں جو اُلفت سے سرشار ہیں
کہاں ہیں جو وہ نخل سے دور ہیں
کہاں ہیں جو اس رہ میں پُرجوش ہیں
کہاں ہیں وہ نایک کے عاشق کہاں
کہاں ہیں جو بھرتے ہیں اُلفت کا دم
گرو جس کے اس زہ پہ ہو ویں بسدا
اگر ہاتھ سے دقت جاوے نکل
نہ مردی ہے تیسرا اور تلوار سے
سنو! آتی ہے ہر طرف سے بسدا

کوئی دن کے مہاں ہیں ہم سب سہمی

خبر کیا کہ معینام آوے ابھی

گرو نے یہ چولہ بنایا شعار
وہ کیونکر ہوا ناسیدوں سے شاد
اگر مان لو گے گرو کا یہ داک
دکھایا کہ اس رہ پہ ہوں میں نثار
جو رکھتے نہیں اُس سے کچھ اعتقاد
تو راضی کر دو گے اُسے ہو کے پاک

کہاں ہیں جو بہرے میں اُفت کا دم اطاعت کو سر کو بنا کر قدم
 اور سر آئیں دیکھیں یہ تصویر ہے ملک صاحب یہی پاک چولہ جہاں گیر ہے



دیکھو اپنے دین کو کس حد تک دیکھلا گیا وہ بہادر تھا نہ رکشا تھا کسی دشمن سے ڈر

وہ احمق ہیں جو حق کی رہ کھوتے ہیں
 عبث ننگ و ناموس کو روتے ہیں
 وہ سوچیں کہ کیا بلکہ گیا پیشوا وصیت میں کیا کہ گیا بر ملا
 کہ اسلام ہم اپنا دیں رکھتے ہیں محمدؐ کی رہ پر یقین رکھتے ہیں
 اٹھو سونے والو! کہ وقت آگیا تمہارا گرو تم کو سمجھا گیا!
 نہ سمجھے تو احسنہ کو پچھتاؤ گے
 گرو کے سراپوں کا پھل پاؤ گے



تائیر صداقت

واہ رے زور صداقت خوب دکھلایا اثر
 ہو گیا ناک نثار دین احمد سرسہر
 جب نظر پڑتی ہے اس چولہ کے ہر ہر لفظ پر
 سامنے آنکھوں کے آ جاتا ہے وہ فرخ گھر
 دیکھو اپنے دین کو کس صدق سے دکھلا گیا
 وہ بہادر تھا نہ رکھتا تھا کسی دشمن سے ڈر



محمود کی آئین

مد و ثنا اُسی کو جو ذات جادوئی بسر نہیں ہے اُس کا کوئی نہ کوئی ثنائی
باقی وہی ہمیشہ غیر اُس کے سب ہیں فانی غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی
سب یہ غریب وہی ہے اک دل کا یا جانی

دل میں سرسے ہی ہے سُبْحَنَ مَنْ يَوْنِہُ
ہے پاک پاک قدر عظمت، اس کی عظمت رزاں ہیں اہل قربت کز دیوں پہ نہایت
ہے عام ان کی رحمت کیونکہ جو شکر نعمت ہم سب ہیں اس کی منت اس سے کرد محنت
غیروں سے کرنا اُفت کب چاہے اس کی خیرت

یہ روز کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْنِہُ
جو کچھ ہیں، راحت سب اس کی جو دولت اُس سے دل کو بیت دل ہیں، اس کی عظمت
بہتر ہے اُس کی طاعت طاعت میں سعادت

یہ روز کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْنِہُ
سب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا ہم کو وہی پیارا دلبر وہی ہمارا
اُس بن نہیں گذارا غیر اُس کے جھوٹ سارا

یہ روز کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْنِہُ
یار بے تیرا احسان میں تم سے دیر پہ قرباں تو نے دیا ہے ایماں تو ہر زمان نگہباں

تیرا کرم ہے ہر اس تو ہے جسم و رحماں
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِ الْاِمْ
 کیونکر ہو شکر تیرا تیرا ہے جو ہے میرا
 ٹوٹنے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
 جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِ الْاِمْ
 ٹوٹنے یہ دن دکھایا صُحُودِ پڑے کے آیا
 دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنائیں گایا
 مدد شکر ہے قُدایا صد شکر ہے قُدایا
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِ الْاِمْ
 ہو شکر تیرا کیونکر اے میرے بندہ پڑ
 تو نے مجھے لئے ہیں یہ تین تیسے چاکر
 تیرا ہوں میں سراسر تو میرا رب اکبر
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِ الْاِمْ
 ہے آج ختم قرآن نکلے ہیں دل کے اراں
 ٹوٹنے دکھایا یہ دن میں تیرے مُنہ کے قُرآن
 اے میرے رب عُن کیونکر ہو شکر احساں
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِ الْاِمْ
 تیرا یہ سب کرم ہے تو رحمتِ تم ہے
 کیونکر ہو حمد تیری، کب طاقتِ قلم ہے
 تیرا ہوں میں ہمیشہ جب تک کہ دم میں دم ہے
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِ الْاِمْ
 اے قادر و توانا! آفات سے بچانا
 ہم تیرے درپے آئے ہم نے ہے تجھ کو مانا
 فیروزِ دل فنی ہے جب سے ہے تجھ کو جانا
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِ الْاِمْ

احقر کو میرے پیار سے ایک دم نہ دُور کرنا بہتر ہے زندگی سے تیرے حضور مرنا

واللہ خوشی سے بہتر غم سے ترے گزرنا

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنِ

سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھے سے پائے سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

تُو نے ہی میرے مافیٰ خوشیوں کے دن دکھائے

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنِ

یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلام در ہیں

تُو پتے و عددوں والا منکر کہاں رکھ رہیں

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنِ

کر انکو نیک قسمت دے انکو دین و دولت کر انکی خود حفاظت ہو ان پر تیری رحمت

دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنِ

اے میرے بند پرور کر ان کو نیک اختر دُبتہ میں ہوں یہ بزرگ اور بخش تاج و افسر

تُو ہے ہمارا رہبر، تیرا نہیں ہے ہمسر

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنِ

شیطان سے دُور رکھو اپنے حضور رکھو جاں پر زور رکھو دل پر سرور رکھو

ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھو

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنِ

میری دُعائیں ساری کریو قبول باری میں جاؤں تیرے داری کر تُو مدد ہماری

ہم تیرے در پہ آئے لیکر اُمید ہماری

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنِ

لحبت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا دے اس کو غم و دولت کر دُور ہر اندھیرا

دِن ہوں مُرادوں والے پُر نور ہو سُویرا

یہ روز کر مُبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

اس کے ہیں دو برادران کو بھی دیکھو خوشتر تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر

کر فضل سب پہ بیکھر رحمتِ کرمعطر

یہ روز کر مُبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

یہ تینوں تیرے بندے رکھو نہ انکو گدے کر ان سے دُور یارت دُنیا کے سارے پندے

چنگے زبیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے

یہ روز کر مُبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

اے میرے دل کے پیارے مہراں ہمارے کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں سارے

یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گھر یہ سارے

یہ روز کر مُبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

اے میری جاں کے جانی لے شاہِ دو جہانی کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہو دے ثانی

دے بختِ جادو دانی اور فیضِ آسمانی

یہ روز کر مُبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

مُن میسے پیارے باری میری دُعائیں ساری رحمتِ انکو رکھنا میں تیرے مُنہ کے واری

اپنی پنہ میں رکھو سُسن کر یہ میری زاری

یہ روز کر مُبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

اے واحد و یگانہ اے خالقِ زمانہ میری دُعائیں مَن لے اور عرضِ چپ کرانہ

یہ روز کر مُبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

تیرے پُر و تینوں دیں کے تسر بنانا

نکروں میں دل جزیں ہے ہاں دوسے قریں ہے جو میر کی قی طاعت اب مجھ میں وہ نہیں ہے

برخسک دودھ کنّا کوربت مالیں ہے

یہ روز کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

اقبال کو بڑھانا اب فضل لے کے آنا ہر رنج سے بچانا دکھ درد سے پھرانا

خود میرے کام کرنا یا رب نہ آزمانا

یہ روز کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

یہ تینوں تیسرے چاکر ہوویں جہاں کے دبیر یہ ہادی جہاں ہوں یہ ہوویں نور بحیر

یہ مزاج شہاں ہوں یہ ہوویں مسراند

یہ روز کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

اہل وقار ہوویں فہر دیار ہوویں حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں

بابرگ دبار ہوویں اک سے ہزار ہوویں

یہ روز کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

تو ہے جو پاتا ہے، ہر دم بنھاتا ہے غم سے نکالتا ہے، دردوں کو مٹاتا ہے

کرتا ہے پاک دل کو حق دل میں ڈالتا ہے

یہ روز کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

تو نے بکھایا فرقاں جو ہے مدارِ ایماں جس سے طے ہے عرفاں اور دودھ سے شیطان

یہ سب سے تیرا احسان تجھ پر نثار ہو جاں

یہ روز کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

تیرا نبی جو آیا اُس نے حُسنِ دکھایا دینِ توہم لایا بدعات کو بٹایا

حق کی طرف بلایا بل کر حُسنِ اٹلایا یہ روز کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

قرباں ہیں تجھ پہ سارے جو ہیں سحر پیارے احساں ہیں تیرے بھارے گن گن کے ہم تو ہمارے
 دل غم ہیں غم کے مارے کشتی لگا کر مارے
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَذَرُ اَيْنِ
 اس دل میں تیرا گھر ہے تیری طرف نظر ہے تجھ سے میں ہوں مُنَوَّرِ میرا تو توست رہے
 تجھ پر مرا تو گلِ ذر پر ترے یہ سر ہے
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَذَرُ اَيْنِ
 جب تجھے دل لگایا سو سو ہے غم اُٹھایا تن خاک میں بلایا جاں پر دُبال آیا
 پر شکوے لے خُدا لایا جاں کھو کے تجھ کو پایا
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَذَرُ اَيْنِ
 دکھایا ہے تیرا منہ جب چمکا ہے ہم پہ کوکب مقصودِ دل گیا سب ہے جامِ اب لبالب
 تیرے کرم سے یارِ تیرا میرا بڑا مطلب
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَذَرُ اَيْنِ
 احبابِ لائے آئے تو نے یہ دن دکھائے تیرے کرم نے پیارے یہ مہرباں بلائے
 یہ دن چڑھا مبارک مقصود جس میں پائے
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَذَرُ اَيْنِ
 مہماں جو کر کے اُلفت آئے بعدِ محبت دل کو ہوتی ہے فرحت اور جاں کو میری رحمت
 پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقتِ رخصت
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَذَرُ اَيْنِ
 دُنیا بھی اک سزا ہے بکھرے گا جو بلا ہے گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر خُدا ہے
 شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَذَرُ اَيْنِ

اے دوستو پیارو! عجبے کو مست بسارو کچھ زاہد راہ سے ہو، کچھ کام میں گزارو
 دُنیا ہے جائے فانی دل سے لے لٹا رو
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ
 جی مت لگاؤ اس دِل کو چھڑاؤ اس سے رغبت ہٹاؤ اس سے دُور جاؤ اس سے
 یارو! یہ اڑو صا ہے جاں کو بچاؤ اس سے
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ
 قرآن کتابِ رحماں رکھ لائے راہِ عرفان جو اسکے پڑھنے والے اُن پر خدا کے فیضِاں
 اُن پر خدا کی رحمت جو اس پہ لائے ایماں
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ
 ہے چشمہ ہدایت جس کو ہو یہ عنایت یہ ہیں خدا کی باتیں ان سے ملے ولایت
 یہ نورِ دل کو بجھنے دل میں کرے سرایت
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ
 قرآن کو یاد رکھنا پاکِ اعتقاد رکھنا فکرِ معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
 اکیس رہے پیاسے صدق و سدا رکھنا
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

آمین



خدا تعالیٰ کا شکر اور دُعا بزبان حضرت اماں جان

ہے عجب میرے خدا میرے پہ احساں تیرا
کس طرح شکر کروں اے میرے سلطان تیرا
ایک ذرہ بھی نہیں تُو نے کیا مجھ سے فرق
میرے اس جسم کا ہر ذرہ ہو قرباں تیرا
سُرخے پاتمک ہیں الہی ترے احساں مجھ پر
مجھ پہ برسا ہے سدا فضل کا باراں تیرا
تُو نے اس عاجزہ کو چار دئے ہیں لڑکے
تیری بخشش ہے یہ اور فضل نمایاں تیرا
پہلا فرزند ہے محمود ، مبارک چوتھا
دونوں کے بیچ بشتیر اور شریفیاں تیرا
تُو نے ان چاندوں کی پہلے سے بشارت دی تھی
تُو دُعا حاکم ہے کہ ملتا نہیں فرماں تیرا
تیرے احتیاجی کا کیونکر ہو بیاں اے پیائے
مجھ پہ بے حد ہے کرم اے مرے جاناں تیرا

تحت پر شاہی کے ہے مجھ کو بھایا تو نے
 دین دُنیا میں ہوا مجھ پہ ہے احساں تیرا
 کس نہاں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ نہاں
 کہ میں ناچسیند ہوں اور دم فرداں تیرا
 مجھ پہ وہ نطف کئے تو نے جو برتر زخیال
 ذات برتر ہے تری پاک ہے ایواں تیرا
 چن یا تو نے مجھے اپنے میسما کے لئے
 سب سے پہلے یہ کرم ہے مرے جاناں تیرا
 کس کے دل میں یہ ارادے تھے یہ تمہی کس کو خبر
 کون کتا تھا کہ یہ بخت ہے رخشاں تیرا
 پر مرے پیارے ایسی کام ترے ہوتے ہیں
 ہے یہی فضل تری شان کے شایاں تیرا
 فضل سے اپنے بچا بھ کو ہر اک آفت سے
 صدق سے ہم نے یا ہاتھ میں داماں تیرا
 کوئی ضائع نہیں ہوتا جو ترا طالب ہے
 کوئی رُسا نہیں ہوتا جو ہے جویاں تیرا
 آسماں پر سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں
 کوئی ہو جائے اگر بسندہ فرماں تیرا
 جس نے دل تجھ کو دیا ہو گیا سب کچھ اُس کا
 سب شننا کرتے ہیں جب ہوئے شناخواں تیرا

اس جہاں میں ہے وہ جنت میں ہی ہے یسب گماں
 وہ جو اک پختہ توکل سے ہے مہاں تیرا
 میری اولاد کو کڑا ایسی ہی کر دے پیارے
 دیکھ یس آنکھ سے وہ چہرہ تاباں تیرا
 مگر دے، یزق دے اور مافیت و محنت بھی
 سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفاں تیرا
 اب مجھے زندگی میں ان کی مصیبت نہ دکھا
 بخش دے میرے گنہ اور جو جھیاں تیرا
 اس جہاں کے نہ بنیں کیڑے، یہ کر فضل ان پر
 ہر کوئی ان میں سے کہلائے سُلاں تیرا
 غیر ممکن ہے کہ تدبیر سے پاؤں یہ مُراد
 بات جب بنتی ہے جب سارا ہو سماں تیرا
 بادشاہی ہے تری ارض و سما دونوں میں
 محکم چلتا ہے ہر اک ذرہ پہ ہر آں تیرا
 میرے پیارے مجھے ہر درد و مصیبت سے بچا
 تو ہے غفار یہی کہتا ہے قرآن تیرا
 مہر جو پہلے تھا اب مجھ میں نہیں ہے پیلے
 دکھ سے اب مجھ کو بچا نام ہے رحماں تیرا
 ہر مصیبت سے بچا اے میرے آقا ہر دم
 محکم تیرا ہے زمین تیری ہے دُورِاں تیرا

اُمّ الکتاب

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
 سوچو دُعا کا فائدہ کو پڑھ کے بار بار
 دیکھو خدا نے تم کو بتائی دُعا یہی
 پڑھتے ہو پنج وقت اسی کو نماز میں
 اُس کی قسم کہ جس نے یہ سورۃ اتاری ہے
 یہ میرے رب کے میرے لیے اک گواہ ہے
 میرے لیے یہ ایک دلیل ہے
 اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
 کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار
 اُس کے جیب سے بھی پڑھائی دُعا یہی
 جانتے ہو اسکی رہ سے درجے نیاز میں
 اُس پاک لپ پہ جس کی وہ صورت پیاری ہے
 یہ میرے صدق دعویٰ پر مہر اللہ ہے
 میرے لیے یہ شاہد ربّ جمیل ہے

پھر میرے بعد آدمیوں کی ہے استفاد کیا
 توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا



معرفتِ حق

آواز آ رہی ہے یہ فونوگراف سے دُھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف دُگراف سے
جب تک عمل نہیں ہے دل پاک صاف سے کتر نہیں یہ مشغلہ بُت کے طواف سے
باہر نہیں اگر دل مُردہ غلاف سے مائل ہی کیا ہے جنگِ عبدالغلاف سے
وہ دیں ہی کیا ہے جس میں خُدا سے نشان نہ ہو تائیدِ حق نہ ہو مددِ آسمان نہ ہو
نذیب بھی ایک نہیں ہے جب تک یقین نہیں جو نور سے تہی ہے خُدا سے وہ دیں نہیں
دینِ خُدا دُہی ہے جو دریا سے نور ہے جو اس کو در ہے وہ خُدا سے بھی دور ہے
دینِ خُدا دُہی ہے جو ہے وہ خُدا نما کس کام کا وہ دیں جو نہ ہو دے گرہ کشا
جن کا دیں نہیں ہے نہیں ان میں کچھ بھی دم دُنیا سے آگے ایک بھی چلتا نہیں قدم

وہ لوگ جو کہ معرفتِ حق میں غام ہیں
بُت ترک کر کے پھر بھی بُتوں کے غلام ہیں



بشیر احمد شریف احمد اور مبارکہ کی امین

خُدا دیا لے ہرے پیارے خُدا
کہ تُو نے پھر مجھے یہ دن دکھایا
بشیر احمد جسے تُو نے بڑھایا
شریف احمد کو بھی یہ پُسل کھلایا
یہ چھوٹی عمر پر جب آزمایا
بس میں ساتویں جب پیر آیا
ترے احسان میں لے رہا بلایا
جب اپنے پاس اک لڑکا بلایا
یہ کیسے ہیں ترے مجھ پر عطایا
کہ بیٹا دوسرا بھی پڑھ کے آیا
شفا دی آنکھ کو بیٹا بیٹا
کہ اُس کو تُو نے خود فرقاں کھلایا
کلام حق کو ہے فر فر سُنیایا
تو سر پر تاج قرآن کا سجایا
مُبَارک کو بھی پھر تُو نے جلایا
تو دے کر چار جلدی سے سنایا

غلوں کا ایک دن اور چار شادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْغَاسِقَ إِتْرِ

اور ان کے ساتھ دی ہے ایک فخر
کلام احمد کو پڑھتی ہے فر فر
ہوا اک خواب میں یہ مجھ پہ انظر
ہے کچھ کم پانچ کی دہ نیک اختر
خُدا کا فضل اور رحمت سہل سر
کہ اس کو بھی ملے گا بخت برتر

لقب عزت کا پاوے وہ مقرر یہی روزِ ازل سے ہے مقدر
 خُدا نے چار لڑکے اور یہ دُختر عطا کی، پس یہ احساں ہے سراسر
 یہ کیا احساں ترا ہے بندِ پرورد کردل کس مُنہ سے شکر لے میرے داد
 اگر ہر بال ہو جائے سخن در تو پھر بھی شکر ہے اسکاں سے باہر
 کریم! دُور کر، تو ان سے ہر شر رحیم! نیک کر اور پھر معتر
 پڑھایا جس نے اُس پر بھی کرم کر جزا دے دین اور دُنیا میں بہتر
 رو تعلیم اک تُو نے بتا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

دیئے ہیں تُو نے مجھ کو چار فرزند اگرچہ مجھ کو بس تجھ سے ہے پیوند
 بنا ان کو بھوکا ر د خرد مند کرم سے ان پہ کر راہِ ہدی بند
 ہدایت کر انہیں میرے خُداوند کہ بے توفیق کام آوے نہ کچھ پسند
 تُو خود کر پرورش لے میرے اخوند وہ تیرے ہیں ہماری عُمر تاجند
 یہ سب تیرا کرم ہے میرے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

مرے مولیٰ مری یہ اک دُعا ہے تری درگاہ میں عجز و بکا ہے
 وہ دے مجھ کو جو اس ل میں بھرا ہے زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے
 مری اولاد جو تیری عطا ہے ہر اک کو دیکھ فوں وہ پارا ہے
 تری قدرت کے آگے روک جیسا وہ سب لے انکو جو مجھ کو دیا ہے

۱۔ تادمہ یسترنا القرآن پڑھ کر یکنے بیشک نیک چیز ہے اس سے بہتر اور کوئی طریقہ تعلیم نیاں میں نہیں ہے

عجب عُمن ہے تو بحر الایادی

فَسَبِّحْكَ الَّذِي أَخْزَى الْأَعَادِي

نجات ان کو عطا کر گندگی سے برات ان کو عطا کر بندگی سے
ریں خوشحال اور فرخندگی سے بچانا اسے خدا! بد زندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے مُنادی

فَسَبِّحْكَ الَّذِي أَخْزَى الْأَعَادِي

عیاں کر ان کی پیشانی پہ اقبال نہ آئے انکے گھر تک رُعبِ قبال
بچانا ان کو ہر غم سے بہر حال نہ ہوں وہ دکھ میں اور رنجوں میں پال
یہی اُمید ہے دل نے بتا دی

فَسَبِّحْكَ الَّذِي أَخْزَى الْأَعَادِي

دعا کرتا ہوں اسے میرے یگانہ نہ آوے ان پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وہ برا یہ آستانہ مرے مولیٰ! انھیں ہر دم بچانا
یہی اُمید ہے اسے میرے ہادی

فَسَبِّحْكَ الَّذِي أَخْزَى الْأَعَادِي

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا نصیبت کا، الم کا، بے بسی کا
یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ بھی کا جب آوے وقت میری واپسی کا
بشارت تو نے پہلے سے مُنادی

فَسَبِّحْكَ الَّذِي أَخْزَى الْأَعَادِي

بہیں اُس یار سے تقویٰ غطا ہے نہ یہ ہم سے کہ احسان خدا ہے
کردگو شش اگر صدق و صفا ہے کہ یہ حاصل ہو جو شہرِ یقا ہے

یسی آئینہ خالقِ تما ہے یہی اک جوہر سیفِ دُعا ہے
 ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے اگر یہ جو رہی سب کچھ رہا ہے*
 یہی اک فخرِ شانِ ادبِا ہے بجز تقویٰ زیادتِ ان میں کیا ہے
 دُرو یارو کہ وہ پینا خدا ہے اگر سوچو، یہی دارُالجزا ہے
 مجھے تقویٰ سے اُس نے یہ جزا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي اخَذَ الْأَعْيَادَ

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
 سُنا ہے مائلِ اسلامِ تقویٰ خدا کا عشق مئے اور جامِ تقویٰ
 مُسلمانو! بناؤ تمام تقویٰ کہاں ایماں اگر ہے خامِ تقویٰ
 یہ دولت تُو نے مجھ کو اسے خدا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي اخَذَ الْأَعْيَادَ

خُدا یا تیرے فضلوں کو کر دی یاد بشارت تُو نے دی اور پھر یہ اولاد
 کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شاد
 خبرِ مجھ کو یہ تُو نے بارِا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي اخَذَ الْأَعْيَادَ

مری اولاد سب تیری عطا ہے ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
 یہ پانچوں جو کہ نسلِ ستیدہ ہے یہی ہیں پنجِ تن جن پر بنا ہے
 یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي اخَذَ الْأَعْيَادَ

دیلے تُو نے مجھے یہ مہر و مقاب یہ سب ہیں میرے پیار تیرے اسباب

دکھایا تو نے وہ لے رہا ارباب کہ کم ایسا دکھا سکتا کوئی خواب

یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَادِ

میں کیونکر گئی سکون تیرے یہ انعام کہاں ممکن تیرے فضلوں کا اتمام
ہر اک نعمت تو نے بھر دیا جام ہر اک دشمن کیا مرود و ناکام

یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَادِ

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کردل گا دور اُس منزے اندھیرا دکھاؤں گا کہ اک مانم کو پھیرا

بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَادِ

ہری ہریات کو تو نے چلا دی ہری ہر روک بھی تو نے اٹھا دی
ہری ہر پیش گوئی خود بنا دی تیری تسلا بے پناہی بھی دکھا دی

جو دی ہے مجھ کو وہ کس کو عطا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَادِ

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں
ملاحمت ہے عجب اس ہستاں میں ہوئے بدنام ہم اس سے جہاں میں

مدد و جب بڑھ گیا شور و فغاں میں نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں

ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَادِ

کروں کیونکر ادا میں مُسکرا باری فدا ہو اُس کی رہ میں عمر ساری
مرے سر پر ہے بہشت اسکی بھاری چلی اس ہاتھ سے کشتی بھاری
مری بڑی ہوئی اُس نے بنا دی

قَسْبُ سَحَابٍ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

تجھے حمد و ثناء زیبا ہے پیارے کہ تُو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مے سر پر ہیں بھارے چمکتے ہیں وہ سب جیسے تارے
گرمے میں تُو نے سب کُٹن اُتارے بھارے کر دیے اُونچے منارے
مقابل میں مرے یہ لوگ ہارے کہاں مکتے تھے پر تُو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے اُنکے شرارے نہ اُن سے رُک سکے مقصد بھارے
اُنہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی

قَسْبُ سَحَابٍ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

تری رحمت میرے گھر کا شہتیر مری جاں تیرے فضلوں کی پنہ گیر
حریفوں کو لگے ہر نعمت سے تیر گرفتار آ گئے جیسے کہ پنہ گیر
ہوا آخر دُبی جو تیری تقدیر بھلا چلتی ہے تیرے آگے تدبیر
فدا نے اُن کی عظمت سب اُٹا دی

قَسْبُ سَحَابٍ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

مری اُس نے ہر اک عزت بنا دی مخالف کی ہر اک شیخی مٹا دی
مجھے ہر قسم سے اُس نے عطا دی سادت دی، ارادت دی، وفا دی
ہر اک آزار سے مجھ کو شفا دی مرض گھٹا گیا جوں جوں دوا دی
جنت غیر کی دل سے بنا دی فدا جانے کہ کیا دل کو سنا دی

دوا دی اور غذا دی اور تبا دی

فَسَبِّحْهُنَّ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَاءِ

مجھے کب خواب میں بھی تمی یہ آئید کہ ہو گا میرے پر یہ فضلِ جاوید
لی یوسف کی عزت یکے بے تید نہ ہو تیرے کرم سے کوئی نوید
مراد آئی، گئی سب نامرادی

فَسَبِّحْهُنَّ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَاءِ

تری رحمت مجھے اے مرے یار ترے فضلوں سے میرا گھر ہے گلزار
غریبوں کو کسے اک دم میں ٹوپار جو ہو نویدِ تجھ سے ہے وہ مُردار
وہ ہو آوارہ ہر دشتِ دوا دی

فَسَبِّحْهُنَّ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَاءِ

ہوئے ہم تیرے اُسے قادرِ توانا ترے در کے ہوئے اور بھکوا جانا
بیس بس ہے تری درگاہ پہ آنا مُصیبت سے ہمیں ہر دم بچانا
کہ تیرا نام ہے غفار و دادی

فَسَبِّحْهُنَّ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَاءِ

تجھے دُنیا میں ہے کس نے پکارا کہ پھر غالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سارا کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا
ہوا میں تیرے فضلوں کا مُنادی

فَسَبِّحْهُنَّ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَاءِ

میں کیونکر گن سکوں تیری عنایات ترے فضلوں پر ہیں میرے دنِ اہات
ہری خاطر دکھائیں تو نے آیات تو تم سے مری سُن لی ہر اک بات

کرم سے تیرے دشمن ہو گئے مات عطا کیس تو نے سب میری مُرادات
پڑا پیچھے جو میرے غول بد ذات پڑی آخر خود اُس مُودی پہ آفات
ہوا انجم سب کا نامرادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

بنائی تو نے پیارے میری ہر بات دکھائے تو نے احساں اپنے دنِ اُت
ہر اک میل میں میں تیرے فوٹات بد اندیشوں کو تو نے کر دیا مات
ہر اک بجڑی ہوئی تو نے بنا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

تری نصرت سے اب دشمن تیرے ہر اک بایں ہماری تو پند ہے
ہر اک بدخواہ اب کیوں مُدیہ ہے کہ وہ مثل خوفِ مہر و مہ ہے
سیاہی چاند کی مُنہ نے دکھا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

تیرے فنون سے جاں بُتیاں نر ہے ترے نوروں سے دلِ شمسِ شعلی ہے
اگر اندھوں کو انکار و ابار ہے وہ کیا جانیں کہ اس سینہ میں کیا ہے
کیس جو کچھ کیس سر پر خدا ہے پھر آخر ایک دن روزِ جزا ہے
بدی کا پھل بدی اور نامرادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

لے دشمن کے فضا سے اس جگہ وہ حاسد مُراد ہیں جو ہر ایک طور سے مجھے تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں۔
لوگوں کو میری نسبت بدمن کرتے ہیں۔ اور گورنمنٹِ عالیہ انگریزی میں مجھ کو شکایتیں کرتے ہیں اور
گورنمنٹِ محکمہ کی نسبت جو میرے مُخلصانہ خیالات ہیں اُن کو چھپاتے ہیں۔ منہ

تجھے سب زور و قدرت ہے خدایا تجھے پایا ہر اک مطلب کو پایا
 ہر اک مارتے سے ہے اک بت بنایا ہمارے دل میں یہ دوسرے سما یا
 دوسری آرام جاں اور دل کو بھایا دوسری جس کو کہیں رست ابرایا
 ہوا ظاہر وہ مجھ پر پالا یاد دئی

فَسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ أَخْذِي الْأَعْمَاءُ

مجھے اُس یار سے پیوند جاں ہے دوسری جنت، دوسری دارالاماں ہے
 بیاں اس کا کروں طاقت کہاں ہے جنت کا تو اک دریا رواں ہے
 یہ کیا احساں ہیں تیرے میرے ہادی

فَسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ أَخْذِي الْأَعْمَاءُ

تری نعمت کی کچھ قلت نہیں ہے تھی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے
 شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے تجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے
 یہ کیا احساں ترے ہیں میرے ہادی

فَسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ أَخْذِي الْأَعْمَاءُ

ترے کپے میں کن راہوں سے آؤں وہ خدمت کیلئے جس سے تجھ کو پاؤں
 بنت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں
 بہت چیز کیا کس کو بست آؤں وفا کیا مانگ ہے کس کو سناؤں
 میں اس آمد می کو اب کیونکر بچاؤں یہی بہتر کہ خاک اپنی اُلاؤں
 کہاں ہم اور کہاں دُنیا سے ہادی

فَسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ أَخْذِي الْأَعْمَاءُ

کوئی اُس پاک سے جو دل لگا ہے کرے پاک آپ کو تب اُس کو پائے

جو مرنے والے وہی زندوں میں جاوے جو جلتا ہے وہی مرنے والا دے
 ٹر ہے دور کا کب غیر کھا دے چلو اُپر کو وہ نیچے نہ آ دے
 نہاں اندر نہاں ہے کون لاشے غریب مٹش وہ موتی اُٹھا دے
 وہ دیکھے نیستی رحمت دکھا دے خودی اور خود روی کب اکو بھا دے
 مجھے تُو نے یہ دولت لے خدا دی

كَسِبْتَكَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

کہاں تک حرص و شوق مال فانی! اٹھو ڈھونڈو متاعِ آسمانی
 کہاں تک جوشِ آمال و آمانی یہ سونہ چھیدیں تم میں نہانی
 تو پھر کیونکر ملے وہ یارِ جانی کہاں غریباں ہیں رہتا ہے پانی
 کرو کچھ منکرِ ملکِ بادوانی یہ ملک و مال جھوٹی ہے کہانی
 بسر کرتے ہو غفلت میں جوانی گردِ دل میں یہی تم نے بے مٹانی
 خدا کی ایک بھی تم نے نہ مانی ذرا سوچو یہی ہے زندگانی
 خدا نے اپنی رہ مجھ کو بتا دی

كَسِبْتَكَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

کرد توبہ کہ تا ہو جائے رحمت رکھاؤ جلد تر صدق و انابت
 کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت کہ یاد آجائے گی جس سے قیامت
 مجھے یہ بات مولیٰ نے بتا دی

كَسِبْتَكَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

سُلاووں پہ شبِ اِدارِ آیا! کہ جب تعلیمِ قرآن کو بھلایا
 رسولِ حق کو مٹی میں سُلا یا میٹھا کو فلک پر ہے بھلایا

یہ تو میں کر کے پہل دیا ہی پایا امانت نے انہیں کیا کیا دکھایا
خدا نے پھر تمہیں اب ہے بلایا کہ سوچو عزتِ خیر البرایا
ہمیں یہ رہ خدا نے خود دکھا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

کوئی مُردوں سے کیونکر راہ پائے مرے تب بچاں مُردوں میں جاے
خدا عیسیٰ کو کیوں مُردوں سے لائے وہ خود کیوں مُہرِ خیمتِ بناوے
کہاں آیا کوئی تا وہ بھی آوے کوئی اک نام ہی ہم کو بتاوے
تمہیں کس نے یہ تعلیمِ خطا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

وہ آیا منظرِ جن کے متھے دنِ رات ممتہ کھل گیا روشن ہوئی بات
دکھائیں آسمان نے ساری آیات زمیں نے وقت کی دیدیں شہادت
پھر اس کے بعد کون آئیگا یہاں خدا سے کچھ دُردِ چوڑو معادات
خدا نے اک جہاں کو یہ سُنا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

بِرحِ وقتِ اب دُنیا میں آیا خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مُبَارک وہ جو اب ایمان لایا صحابہ سے ملا جب مُجھ کو پایا
وہی نے اُن کو ساقی نے پلا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

خدا کا ہم پہ پس مُٹفِ دِکرم ہے وہ نعمت کون سی باقی جو کم ہے
زمین قادیان اب مُحترم ہے بحُرمِ خلق سے ارضِ حرم ہے

ظہورِ خون و نصرتِ دہم ہے خدے دشمنوں کی پشتِ خم ہے
 سُنو اب دقتِ توحیدِ اتم ہے بتم اب اہل ملکِ عدم ہے
 خدا نے روکِ ظلمت کی اُٹھادی
 قَسْبُكَانَ الَّذِي أَخْزَى الْأَحْوَاشِ



شانِ حقانندہِ محمدِ عربی

زندگی بخش جامِ احمد ہے
 کیا ہی پیارا یہ نامِ احمد ہے
 لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
 سب سے بڑھ کر مقامِ احمد ہے
 بالغِ احمد سے ہم نے پھل کھایا
 میرا بستانِ کلامِ احمد ہے
 ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
 اس سے بہتر غلامِ احمد ہے



اشاعتِ دین بزورِ شمشیر حرام ہے

اب چھوڑ دو جہاد کا لٹے دستو خیال
اب لگایا سیح جو دیں کا امام ہے
اب آسمان سے لڑ خدا کا نزول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کتاب ہے اب جہاد
کیوں پھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
کیوں بھولتے ہو تم یَعْنِیَ الْعَرَب کی خبر
فرما چکا ہے سید کو نین مصطفیٰ
جب آئیگا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
بیویں گے ایک ٹکٹ پر شیر اور گوسفند
یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو مہلے گا
اک مہجرہ کے طرز سے یہ پیش گوئی ہے

دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فلول ہے
نکمر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس نصیحت کو
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
عیسیٰ سیح جنگوں کا کر دے گا التوا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ کیسے منائے گا
بھیلے گے تھے سانپوں کی خوف دے گزند
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفتاک کا
وہ کافروں سے سخت بزمیت اٹھائے گا
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

ضمیمہ نمبر ۱۱۹۴

☆ یہاں جہاد سے مراد اسلام کو بزورِ شمشیر پھیلانا ہے جو کہ غیر اسلامی نظریہ ہے۔ (ناشر)

اقصۃ یہ سیح کے آنے کا ہے نشان
 ظاہر میں خود نشان کہ زمان وہ زمان نہیں
 اب تم میں خود وہ قوت طاعت نہیں رہی
 وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
 وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی
 وہ درد وہ گداز وہ برقت نہیں رہی
 دل میں تھکے یار کی الفت نہیں رہی
 حق آگیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی
 وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
 دنیا و دین میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
 وہ اُنسِ شوق و وہ جدہ طاعت نہیں رہی
 ہر وقت جھوٹ سچ کی تو عادت نہیں رہی
 سوسہ ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی
 خوانِ تمی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی
 مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی
 سب پر یہ اک بلا ہے کہ وعت نہیں رہی
 تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
 اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
 اب کوئی تم پہ خبر نہیں غیر قوم سے
 ہاں آپ تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو
 کر دے گا ختم آ کے وہ دیں کی لڑائیاں
 اب قوم میں ہماری وہ تاب تو ان نہیں
 وہ سلطنت وہ رعبِ شوکت نہیں رہی
 وہ عزمِ مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی
 وہ نورِ اوردہ چاند سی طلعت نہیں رہی
 خلقِ خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی
 حالتِ تمہاری جاذبِ نصرت نہیں رہی
 محل آگیا ہے دل میں جلالت نہیں رہی
 وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی
 اب تم کو غیر قوموں پر سبقت نہیں رہی
 عظمت کی کچھ بھی مدد نہایت نہیں رہی
 نورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی
 نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی
 دیں بھی ہے ایک قشرِ حقیقت نہیں رہی
 دل مر گئے میں نیکی کی قدرت نہیں رہی
 اک پھوٹ پڑ جی بھڑکت نہیں رہی
 صورت بگرد گئی ہے وہ صورت نہیں رہی
 بیدار ہیں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی
 کرتی نہیں ہے منعِ صلوٰۃ اور صوم سے
 عادت میں اپنی کر یا فسق و گناہ کو

مومن نہیں ہو تم کہ مستدم کافرانہ ہے
 دوستے رہو دعاؤں میں بھی وہ اثر نہیں
 شیطان کے میں خدا کے پیارے وہ دل نہیں
 جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے
 باقی جو تھے وہ ظالم و سفاک ہو گئے
 اُس یار سے بشامت عصیاں جدا ہوئے
 تم خود ہی غیر بن کے محل سزا ہوئے
 وہ صدق اور وہ دین دیا نہ اب کہاں
 وہ نورِ مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا
 آیت عَلَیْكُمْ أَنْفُسُكُمْ یاد کیجئے
 اور کافروں کے قتل سے دین کو بچائے گا
 ہتھال ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں
 یہ راز تم کو شمس و مستر بھی بتا چکا
 تم میں سے ہائے سوچنے دل لے کدھر گئے
 کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تھیں
 مُنہ پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہ مانع
 خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں
 حق کی طسند رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں
 مخفی جو دل میں ہے وہ سُناؤ گے یا نہیں
 اُس وقت اُس کو مُنہ بھی دکھاؤ گے یا نہیں

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
 لے قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں
 کیونکر ہو وہ نظر کہ تمہارے وہ دل نہیں
 تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
 کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے
 اب تم تو خود ہی موردِ خشمِ خدا ہوئے
 اب غیروں سے زانی کے مننے ہی کیا ہوئے
 سچ کچھ کہو کہ تم میں امانت اب کہاں
 پھر جبکہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا
 پھر اپنے کفر کی خبر لے قوم کیجئے
 ایسا گمان کہ مدنی خونی بھی آئے گا
 لے غافلویہ باتیں سراسر دروغ ہیں
 یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا
 اب سالِ شترہ بھی صدی سے گزر گئے
 تھوڑے نہیں نشان جو دکھائے گئے تھیں
 پر تم نے اُن سے کچھ بھی اٹھایا نہ فائدہ
 بُنوں سے یارو باز بھی آؤ گے یا نہیں
 باطل سے میل دل کی بناؤ گے یا نہیں
 اب عذر کیا ہے کچھ بھی بناؤ گے یا نہیں
 آخر خدا کے پاس بھی جاؤ گے یا نہیں

تم میں سے چکودین دیا نیک ہے پیار اب اسکا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار
 لوگوں کو یہ بتائے کہ وقت مسیح ہے اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے
 ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
 اب بھی اگر نہ سمجھو تو بھانے گا خدا



تعلق باللہ

بھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
 بھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
 وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
 نہیں وہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
 یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
 اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کندوں کو



جوش صداقت

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
 آنکھ تر ہے دل میں میرے درد ہے
 دل ہوا جاتا ہے ہر دم بے تدار
 ہو گئے ہم درد سے زیر و زبر
 آسماں پر غافلہ اک جوش ہے
 ہو گیا دیں کفر کے حملوں سے چور
 اس صدی کا بیواں اب سال ہے
 بدگماں کیوں ہو خدا کچھ یاد ہے
 وہ خدا میرا جو ہے جو ہر شناس
 دل میں آتا ہے مرے سو سو اہل
 کیوں دلوں پر اس قدر یہ گرد ہے
 کس بیاباں میں بھکاؤں یہ بخار
 مر گئے ہم پر نہیں تم کو خبر
 کچھ تو دیکھو گرتی ہیں کچھ جوش ہے
 چپ رہے کب تک خداوندِ غور
 شرک و بدعت سے جہاں پامال ہے
 افترا کی کب تک بنیاد ہے
 اک جہاں کو لا رہے میرے پاس

معنی ہوتا ہے مردِ مفتری
 معنی کو کب لے یہ سروری



نسیم دعوت

نام اس کا نسیم دعوت ہے آریوں کے لیے یہ رحمت ہے
 دِل بیمار کا یہ درماں ہے طاہروں کا یہ یارِ خلوت ہے
 کُفر کے زہر کو یہ ہے تریاق ہر دُرق اس کا جامِ صحت ہے
 غور کر کے اسے پڑھو پیارو یہ خدا کے لیے نصیحت ہے
 خاکساری سے ہم نے لکھا ہے نہ تو سختی نہ کوئی شدت ہے
 قوم سے مت ڈرو، خدا سے ڈرو آخر اس کی طرف ہی رحلت ہے
 سخت دِل کیسے ہو گئے ہیں لوگ سر پہ طاعُون ہے پھر بھی غفلت ہے
 ایک دُنیا ہے مڑ چکی اب تک
 پھر بھی توبہ نہیں یہ حالت ہے



آریوں کو دعوتِ حق



اُسے آریہ سماج پھنوسمت عذاب میں
اُسے قوم آریہ ترے دل کو یہ کیا ہوا
کیا وہ خدا جو ہے تری جاں کا خدا نہیں
گر عاشقوں کی دُوح نہیں اُسکے ہاتھ سے
گر وہ الگ ہے، ایسا کہ چھو بھی نہیں گیا
جس سوز میں ہیں اُس کیلئے عاشقوں کے دل
جام وصال دیتا ہے اُس کو جو مڑ چکا
بتا ہے وہ اُسی کو جو غماک میں پلا !
ہوتا ہے وہ اُسی کا جو اُس کا ہی ہو گیا
پھولوں کے جا کے دیکھو اسی سے وہ آب ہے

کیوں مبتلا ہو یا رو خیال خراب یہ میں
تو جاگتی ہے یا تری باتیں میں خواب میں
ایماں کی بو نہیں ترے لیے جواب میں
پھر غیر کیلئے ہیں وہ کیوں اضطراب میں
پھر کس کچھ دیا ہے وہ دل کی کتاب میں
اتنا تو ہم نے سوز نہ دیکھا کباب میں
کچھ بھی نہیں ہے فرق سیلِ شیخ و شاب میں
غماہر کی قبل و قال بھلا کس حساب میں
ہے اسکی گود میں جو گرا اس جناب میں
چمکے اُسی کا نورِ مشرق آفتاب میں

سنان دھرم نیشنل بیچ صفحہ پہلو ۱۹۰۳ء

لے اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالدُّنْيَا مُنْذَرٌ هُوَ نَزَلَ مِنْ رَبِّهِ اَنَّهُ هُوَ اَلَّذِي يَرْسِلُ رُسُلًا

خوبوں کے حُسن میں بھی اُسی کا وہ نور ہے کیا چیز حُسن ہے وہی چمکا حجاب میں
 اسکی طرف ہے ہاتھ ہر اک تارِ زلف کا بھراں اسکے رہتی ہے وہ بیچ و تاب میں
 ہر چشم مست دیکھو اسی کو دکھاتی ہے ہر دل اسی کے عشق سے بے التاب میں
 جن نور کھوں کو کاموں پہ اسکے یقیں نہیں پانی کو ڈھونڈتے ہیں عبث وہ سراب میں
 قدرت اُس قدیر کی انکار کرتے ہیں ! بکتے ہیں جیسے غرق ہو کوئی شراب میں
 دل میں نہیں کہ دیکھیں وہ اُس پاک ذات کو دُستے ہیں قوم سے کہ نہ پکڑیں عقاب میں

ہم کو تو اُسے عزیز دکھا اپنا وہ جمال
 کب تک وہ مُنہ دیکھا حجابِ نقاب میں



پیشگوئی زلزلہ عظیمہ

سونے والو! جلد جاگ یہ نہ دقتِ خواب ہے
 جو خیر دی وحی حق نے اُس سے ولِ یتاب ہے
 زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیرِ زبر
 وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
 بے سرِ رہ پر کھڑا یہ کوں کی وہ مولے کریم
 نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے
 کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس یل سے
 جیلے سب جاتے رہنہ اک حضرتِ ثواب ہے



انذار

اشتہار واجب الاظہار از طرف میں خاکسارہ بارہ پیشگوئی زلزلہ

دوستو! جاگو کہ اب پھر زلزلہ آنے کو ہے
وہ جو ماہِ فروری میں تم نے دیکھا زلزلہ
آنکھ کے پانی سے یارو! کچھ کرو اس کا علاج
کیوں نہ آؤں زلزلے، تقویٰ کی رہ گم ہو گئی
کس نے مانا بھکو در کس نے چھوٹا بفس لیں
کافرو تہال اور فاسق ہیں سب کہتے ہیں
جس کو دیکھو بدگمانی میں ہی مد سے بڑھ گیا
چھوٹے ہیں دیں کو اور دنیا سے کہتے ہیں بیل
ہاتھ سے جاتا ہے دل دیں کی نصیبت دیکھ کر
اس لیے اب غیرت اسکی کچھ تمہیں دکھائے گی
موت کی رہ سے بے لگی اب تمہیں کو کچھ بدو

پھر خدا قدرت کو اپنی جلد دکھلانے کو ہے
تم یقین بھکو کہ وہ اک زجر بھانے کو ہے
آسمان اے غافلہ اب آگ سانسے کو ہے
اک مسلمان بھی مسلمان صرف کھلانے کو ہے
زندگی اپنی تو ان سے گالیاں کھانے کو ہے
کون ایمان صدق اور اخلاص لانے کو ہے
گر کوئی پوچھے تو سو سو عیب بتلانے کو ہے
سو کریں دغلو و نصیحت کون پھپھانے کو ہے
پر خدا کا ہاتھ اب اس دل کو مٹرانے کو ہے
ہر طرف یہ آفت جاں ہاتھ پھیلانے کو ہے
دور نہ دیں لے دوستو! اک زجر جانے کو ہے

یا تو اک عالم تھا قرباں اُس پہ آیا آئے یہ دن
ایک عبد العبد بھی اس میں کے بھٹلانے کو ہے



قادیان کے آریہ

آریوں پر ہے صد ہزار افسوس دل میں آتا ہے بار بار افسوس
 ہو گئے حق کے سخت نافرماں کر دیا دیں کو قوم پر قرباں !
 وہ نشان جس کی روشنی سے جہاں ہو کے بیدار ہو گیا رزاں
 ان نشانوں سے ہیں یہ انکاری پر کہاں تک چلے گی طراری
 ان کے باطن میں اک اندھیرا ہے کہیں دھوخت نے آکے گھیرا ہے
 لڑ رہے ہیں خدائے یکتا سے باز آتے نہیں ہیں غوغا سے
 قوم کے خوف سے وہ مرتے ہیں سونشاں دیکھیں کب نہ ڈرتے ہیں
 موت یکسو بڑی کرامت ہے پر سمجھتے نہیں یہ شامت ہے

میرے مالک تو ان کو خود سمجھا
 آسماں سے پھر اک نشان دکھلا



شانِ اسلام

اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدٰی یہی ہے
 اے سونے والو بھاگو! شمسِ امتیٰ یہی ہے
 تم کو قسمِ خدا کی جس نے ہمیں بسایا
 اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے
 وہ دلتاں نہاں ہے کس رہ سے اُس کو دکھیں
 ان مشکلوں کا یارو! مشکلِ کشا یہی ہے
 باطنِ سید میں جن کے اس دیں سے ہیں وہ مُنکر
 پر اے اندھیرے داؤ! دل کا دیا یہی ہے
 دُنیا کی سب دُکانیں ہیں ہم نے دیکھی بھالیں
 آخر ہوا یہ ثابت دارُ الشفا یہی ہے
 سب خشک ہو گئے ہیں جتنے تھے باغِ پہلے
 ہر طرفِ زمین نے دیکھا بُستاں ہلایا یہی ہے
 دُنیا میں اس کا ثانی کوئی نہیں ہے شربت
 پی لو تم اس کو یارو! آپ بقا یہی ہے

اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج
 پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے
 جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا
 نیکوں کی ہے یہ نصلت راہ حیا یہی ہے
 جو ہو مفید لینا جو بد ہو اُس سے پہنا
 عقل و فرد یہی ہے قسم و ذکا یہی ہے
 ملتی ہے بادشاہی اس دیں سے آسمانی
 اُسے طالبانِ دولت! فسل بُہا یہی ہے
 سب دیں ہیں اک فسانہ شہرکوں کا آشیانہ
 اُس کا ہے جو یگانہ چہرہ نما یہی ہے
 سو سو نشان دکھا کر لاتا ہے وہ بُلا کر
 مجھ کو جو اُس نے بھیجا بس مدعا یہی ہے
 کرتا ہے مُعجزوں سے وہ یار دیں کو تازہ
 اسلام کے چمن کی بادِ صبا یہی ہے
 یہ سب نشان ہیں جن سے دیں اب تلمک ہے تازہ
 اُسے گرنے والو دوڑو دیں کا عصا یہی ہے
 کس کام کا وہ دیں ہے جس میں نشان نہیں ہے
 دیں کی مرے پیارو! زریں قبا یہی ہے
 افسوس آریوں پر جو ہو گئے ہیں شہپر
 وہ دیکھ کر ہیں مُنکر ظلم و جفا یہی ہے

معلوم کر کے سب کچھ محروم ہو گئے ہیں
 کیا ان نیوگیوں کا ذہن رسا یہی ہے
 اک ہیں جو پاک بندے اک ہیں دلوں کے گنہے
 جیتیں گے صادق آخر حق کا مزا یہی ہے
 ان آریوں کا پیشہ ہر دم ہے بدزبان
 دیدوں میں آریوں نے شاید پڑھا یہی ہے
 پاکوں کو پاک فطرت دیتے نہیں ہیں گالی
 پر ان سیہ دلوں کا شیوہ سدا یہی ہے
 افسوس سب و تڑپیں سب کا بُھا ہے پیشہ
 کس کو کہوں کہ ان میں ہرزہ درا یہی ہے
 آخر یہ آدمی تھے پھر کیوں ہوئے دوندے
 کیا بون ان کی بگڑی یا خود قضا یہی ہے
 جس آریہ کو دیکھیں تہذیب سے ہے عاری
 کس کس کا نام یویں برسو دبا یہی ہے
 لیکھو کی بد زبانی کا رز ہوئی مٹی اس پر
 پھر بھی نہیں جھکتے حق و خطا یہی ہے
 اپنے یکے کا شرہ لیکھو نے کیسا پایا
 آخر خدا کے گھر میں بد کی سزا یہی ہے
 نبیوں کی ہتک کرنا اور گالیاں بھی دینا
 کٹوں سا کھونا منہ تجھم فنا یہی ہے

بیٹھے بھی ہو کے آخرِ نشتر ہی میں چلتے
 ان تیرو باطنوں کے دل میں دفا یہی ہے
 جاں بھی اگرچہ دیویں ان کو بطورِ احساں
 عادت ہے ان کی کُفرانِ رنج دغا یہی ہے
 ہندو کچھ ایسے گروے دل پُر ہیں بھننِ درکیں سے
 ہر بات میں ہے توہیں طرزِ ادا یہی ہے
 جاں بھی ہے ان پہ قرباں گردِ دل سے ہویں صافی
 پس ایسے بدکنوں کا مجھ کو گلا یہی ہے
 احوال کیا کنوں میں اس غم سے اپنے دل کا
 گویا کہ ان غموں کا سماں سزا یہی ہے
 لیتے ہی جنم اپنا دشمن ہوا یہ فرقہ
 آخر کی کیا اُمیدیں جب ابتدا یہی ہے
 دل پھٹ گیا ہمارا تختہ سُنتے سُنتے
 غم تو بُت ہیں دل میں پر جاں گزایہی ہے
 دُنیا میں گرچہ ہو گی سو رِسم کی بُرائی
 پاکوں کی ہتک کرنا سب سے بُرا یہی ہے
 غفلت پہ غافلوں کی روتے رہے ہیں مہرسل
 پر اس زماں میں لوگو! نوحہ نیا یہی ہے
 ہم بد نہیں ہیں کہتے ان کے مقدسوں کو
 تعلیم میں ہماری حکیمِ خدا یہی ہے

ہم کو نہیں سکھاتا وہ پاک بدربانی
 تقویٰ کی جڑ یہی ہے صدق و صفا یہی ہے
 پر آریوں کے دس میں گالی بھی ہے عبادت
 مکتے میں سب کو جھوٹے کیا اتقا یہی ہے
 جتنے نبی تھے آئے موشی ہو یا کہ عیسیٰ
 مکار ہیں وہ سارے ان کی نیا یہی ہے
 اک دید ہے جو سچا باقی رکھتا ہے ساری
 جھوٹی ہیں اور جعلی اک راہنما یہی ہے
 یہ ہے خیال ان کا پر بت بسایا تینکا
 پر کیا کہیں جب ان کا فہم و ذکا یہی ہے
 کھڑا جو ذب رہا ہے گوہر کی تہ کے نیچے
 اُس کے گماں میں اُس کا ارض و سما یہی ہے
 دیدوں کا سب خلاصہ ہم نے نیوگ پایا
 ان پستکوں کی رو سے کارج بھلا یہی ہے

لے اگر ایسے لوگ بھی ان میں ہیں جو خدا کے پاک نبیوں کو گایاں نہیں دیتے اور صلاحیت اور شرافت رکھتے
 ہیں وہ ہمارے بیان سے باہر ہیں۔ منہ

لے اس جگہ وجہ کے لفظ سے وہ تعلیم مراد ہے جو آریہ سماج والوں نے اپنے زعم میں دیدوں کے
 حوالہ سے شائع کی ہے اور نہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم دیدوں کی اصل حقیقت کو خدا تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں۔
 ہم نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے اس میں کیا بڑھایا اور کیا گھٹایا۔ جب کہ ہندوستان اور پنجاب میں دید کی
 پروری کا دعویٰ کھلے صاف اندر ہے تو ہم کسی خاص فرقہ کی فطرت کو دید پر کیونکر متوجہ ہو سکتے ہیں۔ پھر یہ بھی ثابت
 ہے کہ دید بھی محض ہونچکا ہے پس بوجہ تحریف اس سے کسی بہتری کی امید بھی لامحالہ ہے۔ منہ

جس ایشری کو رد کا پسلا نہ ہو پٹیا سے
 دیدوں کی رو سے اُس پر واجب ہوا یہی ہے
 جب ہے یہی اشارہ پھر اس سے کیا ہے چارہ
 جب تک نہ ہو دیں گیارہ لڑکے روا یہی ہے
 ایشر کے گن عجیب ہیں دیدوں میں لے عزیزا
 اس میں نہیں مرؤت ہم نے سنا یہی ہے
 دے کر نجات دہکتی پھر چھینتا ہے سب سے
 کیسا ہے وہ دیاؤ جس کی عطا یہی ہے
 ایشر بنا ہے منہ سے خالق نہیں کسی کا
 رومیں ہیں سب انا دی پھر کیوں خدا یہی ہے
 رومیں اگر نہ ہوتیں ایشر سے کچھ نہ بنتا
 اس کی حکومتوں کی ساری بنا یہی ہے
 اُن کا ہی منہ ہے تکتا ہر کام میں جو چاہے
 گویا وہ بادشہ ہیں اُن کا گدا یہی ہے
 القفۃ آریوں کے دیدوں کا یہ خدا ہے
 اُن کا ہے جس پہ تکیہ وہ بے نوا یہی ہے
 لے آریو! کہو اب ایشر کے ہیں یہی گن
 جس پر ہونا کر تے بولو وہ کیا یہی ہے

دیدوں کو شرم کر کے تُم نے بت پھپھایا
 آخر کو راز بستہ اُس کا کھلا یہی ہے
 قدرت نہیں ہے جس میں وہ خاک کا ہے ایشر
 کیا دینِ حق کے آگے زور آزما یہی ہے
 کچھ کم نہیں بُتوں سے یہ ہندوؤں کا ایشر
 سچ پوچھنے تو واحد بُت دوسرا یہی ہے
 ہم نے نہیں بنائیں یہ اپنے دل سے باتیں
 دیدوں سے اے عزیز و ہم کو بلا یہی ہے
 فطرت ہر اک بشر کی کرتی ہے اس سے نفرت
 پھر آریوں کے دل میں کیونکر بُنا یہی ہے
 یہ مُکھم وید کے ہیں جن کا ہے یہ نمونہ
 دیدوں سے آریوں کو حاصل ہوا یہی ہے
 خوش خوش غل ہیں کرتے ادبِ سارے اس پر
 سارے نیوگیوں کا اک استرا یہی ہے

لے یاد ہے کہ وید کی تعلیم سے لڑتاری آجنگہ وہ تعلیمیں اور وہ اصول ہیں جن کو آریہ لوگ آجنگہ خا بر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نیوگ کی تعلیم وید میں موجود ہے اور بقول اُنکے وید بلند آواز سے کہتا ہے کہ جس کے گھر میں اولاد نہ ہو یا صرف لڑکیاں ہوں تو اس کیلئے یہ ضروری امر ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اجازت دے کہ وہ اس سے ہم بستر ہو اور اس طرح اپنی نجات کے لیے لڑکا حاصل کرے اور گیارہ لڑکے حاصل کرے۔ ایک یہ تعلیق قائم رہ سکتا ہے اور اس کا نادمہ کیس مغربیں گیا ہو تو خود اس کی بیوی نیوگ کی نینت سے کسی دوسرے آدمی سے آشنائی کا تعلق پیدا کر سکتی ہے تا اس طریق سے اولاد حاصل کرے اور پھر نادمہ کے سفر سے واپس آئے پر یہ بھلا اس کے آگے پیش کرے اور اُس کو دکھا دے کہ تو تو مالِ ماس کرنے گیا تھا، مگر میں نے تیرے پیچھے یہ مال کیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پھر کس طرح وہ انہیں تعلیم پاکِ مُشرقاں
 اُن کے تو دل کا رہبر اور مُقتدا یہی ہے
 جب ہو گئے ہیں مُلزم اُترے میں گالیوں پر
 ہاتھوں میں مابوں کے سنگِ جفا یہی ہے
 رُکتے نہیں میں ظالم گال سے اب دم بھی
 ان کا تو شغل دیتے صُبح و ساء یہی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷: پس عقل اور غیرت انسانی جو بڑی نہیں کرسکتی یہ بے شرعی کا طریق جائز ہو سکے اور کیونکر جائز ہو؟
 حالانکہ اس پر وہی نے خداوند سے طلاق حاصل نہیں کی اور اس کی قیدِ نکاح سے اُس کو آزادی حاصل نہیں ہوتی۔
 انہوں بلکہ ہزار افسوس کہ یہ وہ باتیں ہیں جو آریہ لوگ وید کی طرف منسوب کرتے ہیں، مگر ہم نہیں کہہ سکتے کہ
 درحقیقت یہی تعلیم وید کی ہے، ممکن ہے ہندوؤں کے بعض جوگ جو مجبور رہتے ہیں اور اندر ہی اندر نفسانی جذبات
 ان کو منسوب کر بیٹے ہیں انہوں نے یہ باتیں خود بنا کر وید کی طرف منسوب کر دی ہوں یا تحریف کے طور پر ویدوں
 میں شامل کر دی ہوں، کیونکہ کچھ متنی پندتوں نے لکھا ہے کہ ایک زمانہ ویدوں پر وہ بھی آیا ہے کہ ان میں بڑی تحریف
 کی گئی ہے اور ان کے بہت سے پاک مسائل بدلا دیے گئے ہیں؛ اور عقل قبول نہیں کرتی کہ وید سے ایسی تعلیم بنی
 ہو اور نہ کوئی فطرتِ عظیم قبول کرتی ہے کہ ایک شخص اپنی پاکدامنی بیوی کو بغیر اس کے کہ اسکو طلاق دیکر شرعی طور پر
 اُس سے قطع تعلیق کرے۔ یونہی اولاد حاصل کر لے کیونکہ اپنے ہاتھ دوسرے ہم بستر کر لے، کیونکہ یہ تو دونوں کا کام ہے
 ہاں اگر کسی عورت نے طلاق حاصل کر لی ہو اور خداوند سے اس کا کوئی تعلقی نہ رہا ہو تو اس صورت میں ایسی
 عورت کے لیے جائز ہے کہ دوسرے سے نکاح کرے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور نہ اس کی پاکدامنی پر
 حرف؛ اور نہ ہم بلند آواز سے کہتے ہیں کہ نیوگ کا نتیجہ اچھا نہیں ہے۔

پس صورت میں آریہ سماج کے لوگ ایک طرف تو عورت کے پردہ کے مخالف ہیں کہ ٹیپلنوں کی رسم
 ہے۔ پھر دوسری طرف جبکہ ہر دو نیوگ کا پاک مسئلہ ان عورتوں کے کاؤں تک پہنچا رہتا ہے اور ان عورتوں
 کے دلوں میں جما ہوا ہے کہ ہم دوسرے مردوں سے بھی ہم بہتر ہو سکتی ہیں، تو ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ ایسی
 باتوں کے سُنے سے خاص کر جبکہ ویدوں کے حوالہ سے بیان کی جاتی ہیں کس قدر ناپاک شواہت عورتوں کی جوش
 میں لگی جلد وہ توں قدم ادا بھی آگے بڑھیں گی اور جبکہ پردہ کا پل بھی ٹوٹ گیا تو ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ان ناپاک

کنے کو دیدہ والے پر دل میں سب کے کالے
 پزودہ اُٹھا کے دیکھو ان میں ٹھہرا یہی ہے
 فطرت کے ہیں دندے مُردار ہیں نہ زندے
 ہر دم زباں کے گندے قہرِ خدا یہی ہے
 دینِ خدا کے آگے کچھ بن نہ آئی آخر
 سب گالیوں پہ اترے دل میں اُٹھایا یہی ہے
 شرم و حیا نہیں ہے آنکھوں میں اُن کے ہرگز
 وہ بڑھ چکے ہیں حد سے اب انتہا یہی ہے

۱۔ اُمر ایسے لوگ بھی ان میں ہیں جو خدا کے پاک نبیوں کو گالیاں نہیں دیتے اور صلاحیت اور شرافت رکھتے
 ہیں وہ ہمارے اس بیان سے باہر ہیں۔ ۲۔ منہ
 ۳۔ یاد رہے کہ یہ ہماری رائے اُن آریہ سماج والوں کی نسبت ہے جنہوں نے اپنے اشتیادوں اور رسالوں اور
 اخباروں کے ذریعے سے اپنی گندی طبیعت کا ثبوت دیدیا ہے اور ہزار ہا گالیاں خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کو دی ہیں
 جن کی اخبار اور کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں، مگر شریفِ مع لوگ اب تک ہماری مُراد نہیں ہیں۔ اور نہ وہ ایسے طریق
 کو پسند کرتے ہیں۔ ۴۔ منہ ۵۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸۔ ۶۔ شہوتوں کا سیلاب کہاں تک غارت خرابی کرے گا! چنانچہ ملین آباد اور
 بنارس اور کئی جگہ میں اسکے نوٹے بھی موجود ہیں۔ کاش! اس قوم میں کوئی سمجھدار پیدا ہو!
 اور میں یہ بھی سمجھ نہیں سکتا کہ کئی حاصل کرنے کیلئے اولاد کی مندرست کیوں ہے؟ کیا ایسے لوگ جیسے پندت
 دیا تھنا جس نے شادی نہیں کی اور نہ کوئی اولاد ہوئی کتنی سے محروم ہیں؟ اور ایسی کتنی پر تو لعنت جیسا چاہیے
 کہ اپنی عورت کو دوسرے سے ہمبستر کر کر اور ایسا فعل اس سے کر کر جو عام دنیا کی نظریں زنا کی صورت میں ہی مائل
 ہو سکتی ہے اور جو اس ناپاک فعل کے اور کوئی ذریعہ اس کی سمجھتا کا نہیں۔ اور یہ بھی ہم نہیں سمجھ سکتے کہ جو ہزاروں
 طاقتیں اور قوتیں اور خفایتیں و دجول اور ذرات اجسام میں ہیں وہ سب قدیم سے خود بخود ہیں پریشتر سے وہ حاصل
 نہیں ہوئیں۔ پھر ایسا پریشتر کس کام کا ہے اور اس کے وجود کا ثبوت کیا ہے؟ اور کیا وجہ کہ اس کو پریشتر کہا جائے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸۔ پر

ہم نے ہے جس کو مانا قادر ہے وہ توانا
 اُس نے ہے کچھ دکھانا اس سے رجایی ہے
 ان سے دوچار ہونا عزت ہے اپنی کھونا
 ان سے ملاپ کرنا راہِ ریا یہی ہے
 بس اُسے مرے پیارو! عبتیٰ کو مت بسارو
 اس میں کو پاؤ یارو بدُالذبتے یہی ہے
 میں ہوں ستم رسیدہ اُن سے جو میں رمیدہ
 شاہد ہے آبِ دیدِ واقف بڑا یہی ہے
 میں دل کی کیا سناؤں کس کو یہ غم بناؤں
 دکھ درد کے ہیں جھگڑے مجھ پر بلا یہی ہے

اور کامل اعانت کا وہ کیونکر متقی ہو سکتا ہے جبکہ اس کی پرورش کامل نہیں اور جن طاقتوں کو اُس نے آپ نہیں بنایا
 اُن کا علم اُس کو کیونکر ہے؟ اور جبکہ وہ ایک رُوح کے پیدا کرنے کی بھی قدرت نہیں رکھتا تو کون محضوں سے اس کو
 سریشکتی مان کسا جاتا ہے جبکہ اس کی شکتی صرف جوڑنے تک ہی محدود ہے۔ میرا دل تو یہی گواہی دیتا ہے کہ یہ ناپاک
 تعلیمیں دین میں ہرگز نہیں ہیں۔ پر میسر تو بھی پر میسر رہ سکتا ہے جبکہ ہر ایک فتن کا وہی سبب دار ہو۔ ویزنت والوں
 نے بھی اگرچہ غلیبان کی ہیں، مگر مغربی اسی اصلاح سے ان کا مذہب قابلِ اعتراض نہیں رہتا۔ گردانند کا مذہب تو
 سراسر گمراہی معلوم ہوتا ہے کہ دیانند نے ان ٹھوس فلسفیوں اور منطقیوں کی پیروی کی ہے جن کو دین سے کچھ بھی تعلق نہ
 تھا بلکہ دین کے زبردہ کچے دشمن تھے۔ اسی وجہ سے ان کے مذہب میں پریشیر کی وہ تعلیم نہیں جو ہونی چاہیے اور نہ
 پاک دل جو گوئی کی طرح پریشیر سے ملنے کے لیے مجاہدات کی تعلیم ہے۔ صرف تعصب اور خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں
 سے کینہ اور گالیاں دینا ہی یہ شخص بد نصیب اپنے پیلوں کو سکھایا ہے۔ بلکہ یوں کہو کہ ایک زہر کا پیالہ پلا گیا ہے۔
 غلامانہ کلام یہ ہے کہ ہمارا سبب امراضِ دیانند کے فرضی دیدوں پر ہے نہ خدا کی کسی کتاب پر۔

دیں کے غموں نے مارا اب دل بے پارہ پارہ
 وِلسر کا ہے سہارا ورنہ فنا یہی ہے
 ہم مر چکے ہیں غم سے کیا پوچھتے ہو ہم سے
 اس یار کی نفس میں شرط وفا یہی ہے
 برباد جائیں گے ہم گر وہ نہ پائیں گے ہم
 رونے سے لائینگے ہم دل میں رجا یہی ہے
 وہ دن گئے کہ راتیں کٹتی تھیں کر کے باتیں
 اب موت کی ہیں گھاتیں غم کی کٹھالی ہے
 جلد آ پیارے ساتی اب کچھ نہیں ہے باقی
 دے شربتِ تلافی حرص و ہوا یہی ہے
 شکرِ خدائے رحماں! جس نے دیا ہے ترقاں
 غمخیز تھے سارے پہلے اب گل کھلا یہی ہے
 کیا دمف اس کے کنا ہر حرف اس کا گنا
 وِلسر بُست ہیں دیکھے دل بے گیا یہی ہے
 دیکھی ہیں سب کتابیں مجھ میں جیسی خواہیں
 خالی ہیں اُن کی قایم خوانِ صدی یہی ہے
 اُس نے خدا ملایا وہ یار اُس سے پایا
 راتیں تھیں جتنی گزریں اب دن پڑھا یہی ہے
 اُس نے نشان دکھائے طالبِ سبھی بلائے
 سوتے ہوئے جگائے بس حق نما یہی ہے

پہلے صحیفے سارے لوگوں نے جب بگائے
 دُنیا سے وہ سدعارے نوشہ نیا یہی ہے
 کہتے ہیں حُسنِ یوسف وکُش بہت تھا لیکن
 خوبی و دوبری میں سب سے سوا یہی ہے
 یوسف تو سن پُکے ہو اک چاہ میں گرا تھا
 یہ چاہ سے نکالے جس کی صدا یہی ہے
 اسلام کے محاسن کیونکر بیاں کروں میں
 سب خشک باغ دیکھے پھولا پھلا یہی ہے
 ہر جائز میں کے کیزے دیں گے ہونے میں دشمن
 اسلام پر خدا سے آج ابستلا یہی ہے
 متم جاتے ہیں کچھ آنسو یہ دیکھ کر کہ ہر سو
 اس غم سے سادقوں کا آہ و بکا یہی ہے
 سب مشرکوں کے سر پہ یہ دیں ہے ایک غنجر
 یہ شہرک سے چھڑائے ان کو آؤں یہی ہے
 کیوں ہو گئے ہیں اس کے دشمن یہ سائے گمراہ
 وہ رہنما ہے راہِ پُتون و چرا یہی ہے
 دیں غار میں چھپا ہے اک شور کُفر کا ہے
 اب تم دُعائیں کرو غارِ حِرا یہی ہے
 وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
 نام اُس کا ہے مُحَمَّد دبرِ برا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
 یک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
 پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
 اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدبے یہی ہے
 پہلے تو رہ میں ہمارے پار اُس نے ہیں اُمارے
 میں جاؤں اُس کے وارثے بس ناخدا یہی ہے
 پردے جو تھے ہٹائے اند کی رہ دکھائے
 دل یار سے بلائے وہ آشنا یہی ہے
 وہ یارِ لامکانی ، وہ دلبرِ نہانی
 دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہ نما یہی ہے
 وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاجِ مُرسلین ہے
 وہ قیثب و آیین ہے اُس کی شہناہ یہی ہے
 حق سے جو حکم آئے سب اُس نے کر دکھائے
 جو راز تھے بتائے نعم العطاء یہی ہے
 آنکھ اسکی دُور ہیں ہے دل یار سے قریں ہے
 ہاتھوں میں شمع دیں ہے عینُ الضیاء یہی ہے
 جو راز دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سائے
 دولت کا دینے والا سراپاں روا یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
 وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
 وہ دبسرِ یگانہ دلوں کا ہے خزانہ
 باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
 سب ہم نے اُس سے پایا شامد ہے تُو غُلیا
 وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
 ہم تھے دلوں کے اندھے سو دلوں میں پھنکے
 پھر کھولے جس نے جندے وہ مبتلی یہی ہے
 اے میرے رب رحمتِ تیرے ہی میں یہ احساں
 شکل ہو تجھ سے آساں ہر دم رجا یہی ہے
 اے میرے یادِ جانی ! خود کر تو مہربانی
 ورنہ بلاتے دُنیا اک اڑدھا یہی ہے
 دل میں یہی ہے ہر دم تیرا میخِ چوڑوں
 قراں کے گرد گھوموں کبہ مرا یہی ہے
 بلد آ مرے سہارے غم کے ہیں بوجھ بجائے
 منہ مت چھپا پیارے میری دوا یہی ہے

لے جندے سے مراد اس جگہ نقل ہے چونکہ اس جگہ کوئی شاعری دکھلانا منظور نہیں اور نہ میں یہ نام اپنے لیے
 پسند کرتا ہوں۔ اسلئے بعض جگہ میں نے پنجابی الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اور میں صرف اُردو سے کچھ غرض نہیں مہل
 مطلب اہر حق کو دلوں میں ڈالنا ہے شاعری سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ منہ

کہتے ہیں جوش اُفت کیاں نہیں ہے رہتا
 دل پر مرے پیارے ہر دم گھٹا یہی ہے
 ہم خاک میں ملے ہیں شاید لے وہ دبیر
 جیتا ہوں اس ہوس سے میری غذا یہی ہے
 دُنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا
 معشوق ہے تو میرا عشق صفا یہی ہے
 مُشتِ غبار اپنا تیرے لیے اڑایا
 جب سے سنا کہ شرطِ مہر و وفا یہی ہے
 دبیر کا درد آیا حرفِ خودی بٹایا
 جب میں مَرا چلایا جامِ بقا یہی ہے
 اس عشق میں معائب سوسو ہیں ہر قدم میں
 پر کیا کروں کہ اس نے مجھ کو دیا یہی ہے
 حرفِ وفا نہ چھوڑوں اس عہد کو نہ توڑوں
 اس دبیر ازل نے مجھ کو کہا یہی ہے
 جب سے بلا وہ دبیر دشمن ہیں میرے گھر گھر
 دل ہو گئے ہیں پتھرِ قدر و تقضا یہی ہے
 مجھ کو ہیں وہ ڈراتے پھر پھر کے در پہ آتے
 تیغ و تبر دکھاتے ہر سو ہوا یہی ہے
 دبیر کی رہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
 ہشیار ساری دُنیا اک بادلا یہی ہے

اِس رہ میں اپنے قہقہے تم کو میں کیا سُناؤں
 دُکھ دُرد کے ہیں جھگڑے سب باہرا یہی ہے
 دل کر کے پارہ پارہ چاہوں میں اِک نفسارہ
 دیوانہ مت کہو تم عقل رسا یہی ہے
 اے میرے یارِ جانی ! کر خود ہی مہربانی
 مت کہہ کہ لَنْ تَزَانِي قَهْدَ سَے رجا یہی ہے
 فرقت بھی کیا بنی ہے ہر دم میں جاں کنی ہے
 عاشق جہاں پہ مرتے دُہ کربلا یہی ہے
 تیری وفا ہے پوری ہم میں ہے عیبِ دُوری
 طاعت بھی ہے اُدھوری ہم پر بلا یہی ہے
 تجھ میں دفا ہے پیارے پتے ہیں عہد سائے
 ہم جا پڑے کنارے جاتے بُکا یہی ہے
 ہم نے نہ عہد پالا یاری میں رخصتہ ڈالا
 پر تو بے فضل دالا ہم پر کھلا یہی ہے
 اے میرے دل کے دریاں بہاں تیرا سوزاں
 کہتے ہیں جس کو دوزخ دُہ جاں گزا یہی ہے
 اک دیں کی آفتوں کا غم کھا گیا ہے مجھ کو
 سینہ پہ دُشمنوں کے پتھر پڑا یہی ہے
 کیونکر تہہ دُہ ہووے کیونکر فنا دُہ ہووے
 ظالم جو حق کا دُشمن دُہ سوچتا یہی ہے

ایسا زمانہ آیا جس نے غضب ہے دسیا
 جو بیستی ہے دیں کو وہ آسیا یہی ہے
 شادابی و لطافت اس دیں کی کیا کہوں میں
 سب ٹھک ہو گئے ہیں پھولا پھلا یہی ہے
 آنکھیں ہر ایک دیں کی بے نور ہم نے پائیں
 شرم سے معرفت کے اک شرم سا یہی ہے
 لعل یں بھی دیکھے دُورِ عدن بھی دیکھے
 سب جو ہروں کو دیکھا دل میں چچا یہی ہے
 احماد کر کے اس سے چمکتاؤ گے بُہت تم
 بنتا ہے جس سے سونا وہ یکسا یہی ہے
 پر آریوں کی آنکھیں اندھی ہوئی ہیں ایسی
 وہ گالیوں پہ اترے دل میں پڑا یہی ہے
 بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بد زباں ہے
 جس دل میں یہ نجاست بیت الخلا یہی ہے
 گو ہیں بُہت دہندے انساں کی پوتیں میں
 پاگوں کا نٹوں جو پیوے وہ بھیڑیا یہی ہے
 کس دیں پہ ناز ان کو جو دُشید کے ہیں حامی
 مذہب جو پھل سے خالی وہ کھوکھلا یہی ہے

لے یاد رہے کہ وید پرچارا کوئی حملہ نہیں ہے ہم نہیں جاننے لڑا کی تفسیروں کیا کیا تصرفن یکے گئے آید ورت
 (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اے آریو! یہ کیا ہے کیوں دل بگڑ گیا ہے
 ان شوخیوں کو چھوڑو راہِ حسیا یہی ہے
 مجھ کو ہو کیوں ستاتے سو انسترا بناتے
 بہتر تھا باز آتے دُور از بلا یہی ہے
 جس کی دُعا سے آخر یکمٹو مرا تما کٹ کر
 ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے
 اچھا نہیں ستانا پاکوں کا دل دُکھانا
 گُشاخ ہوتے جانا اس کی جزا یہی ہے
 اس دین کی شان و شوکت یا رب مجھے دکھائے
 سب جھوٹے دین بٹائے میری دُعا یہی ہے
 کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
 اس دُعب سے کوئی سمجھے بس تدعا یہی ہے



(بیتہ حاشیہ گذشتہ منفعہ)

کے مددِ مذہب اپنے عقائد کا دیدول پر ہی انحصار رکھتے ہیں حالانکہ وہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور باہم اُن کا
 سخت اختلاف ہے پس ہم ابجد وید سے مراد صرف آریہ سماج والوں کی شائع کردہ ٹیلیس اور مَنول جیسے ہیں۔ منہ
 لے پنڈت لیکر ام

اکیوں سے خطاب

عزیزو! دوستو! بھائیو! سنو بات
 ہیں کچھ یکیں نہیں تم سے پیارو
 اگر کھینچے کوئی کینے کی تلوار
 غرض پشہ و نصیحت ہے نہ کچھ اور
 کہ اگر ایشر نہیں رکھتا یہ طاقت
 تو پھر اس پر خدائی کا گماں کیا
 کہاں کرتی ہے عقل اس کو گوارا
 وگر تم خالص اس کو مانتے ہو
 بے لایم خود کو انصاف سے صاف
 کہ کر سکتا نہیں اک جاں کو پیدا
 نہ ان بن چل سکے اس کی خدائی
 نظر سے اس کے ہوں محبوب مکھنوم
 معاذ اللہ! یہ سب باطل گماں ہے
 اگر بھولے رہے اس سے کوئی جاں
 پیارو! یہ روا ہرگز نہیں ہے

خدا بخشنے تمہیں عالی خیالات
 نہ یکیں کی بات ہے تم خود بچارو
 تو اس سے کب ملے پھڑا ہوا یار
 خدا کے واسطے تم خود کرو غور
 کہ اک جاں بھی کرے پیدا بقدرت
 وگر قدرت بھی پھر وہ ناتواں کیا
 کہ بن قدرت ہوا یہ جگت سارا
 تو پھر اب ناتواں کیوں جانتے ہو
 کہ ایشر کے یہی لائق ہیں اوصاف
 نہ اک ذرہ بچا اس سے ہویدا
 نہ ان بن کر سکے زور آزمائی
 نہ ہو تعداد تک بھی اس کو معلوم
 وہ خود ایشر نہیں ہو ناتواں ہے
 تو پھر ہو جاوے اس کا ملک ویراں
 خدا وہ ہے جو رب العالمین ہے

خطا کرتے ہو ہوش اپنے سنبھالو
 تو ہر ذرے کا وہ مالک کہاں ہو
 تو پھر کاہے کی ہے قادر وہ ہمسات
 اگر ہے دیں یہی پھر کفر کیا ہے
 تو پھر اس ذات کی حاجت رہی کیا
 تو بس پھر ہو چکی اس سے خدائی
 تو پھر اتنا خدائی کا ہے کیوں شور
 کہ عاجز ہو بنانے جسم و جاں سے
 کہ جس سے جلگت رُوحوں کا جُدا ہے
 انہیں سب کے سہاے پر کرے راج
 بھلا اس کو خدا کہنا ہی کیا بات
 کہاں من من کا ہو انتر گیمانی
 تو پھر سوچو ذرا ہو کے بخرو منہ
 تو پھر کیا رہ گیا ایشر کا ساماں
 کہ تا قدرت کا ہو پھر باب مفتوح
 تو ایشر کی ہوتی سب ختم مایا
 کرو کچھ فکر اب حضرت سلامت
 اگر کچھ ہے تو دکھلاؤ مسمیہاں
 خیالستان کو جانچا ہے سارا
 بھلا چس کس طرح ہو جائے بتاں

یہ ایسی بات مُنہ سے مت نکالو
 اگر ہر ذرہ اس بن خود عیاں ہو
 اگر خالق نہیں رُوحوں کی وہ ذات
 خدا پر عجز و نقصاں کب روا ہے
 اگر اس بن بھی ہو سکتی ہیں اشیاء
 اگر سب شے نہیں اس نے بنائی
 اگر اس میں بنانے کا نہیں زور
 وہ ناکامل خدا ہو گا کہاں سے
 ذرا سوچو کہ وہ کیسا خدا ہے
 سدا رہتا ہے ان رُوحوں کا محتاج
 جسے حاجت رہے غیروں کی دن رات
 جب اس نے ان کی گنتی بھی نہ جانی
 اگر آگے کو پسیدائش ہے سب بند
 کہ جس دم پا گئی مُمکتی ہر اک جاں
 کہاں سے لائے گا وہ دوسری رُوح
 غرض جب سب نے اس مُمکتی کو پایا
 مناسخ اُڑ گیا آئی قیامت
 عزیز و کچھ نہیں اس بات میں جاں
 بہت ہم نے بھی اس میں زور مارا
 مگر بستی نہیں کوئی بھی بُرہاں

نہ ہو گا کوئی ایسا منت زیں پر کہ یہ باتیں کہے جاں آفریں چہر
 دُعا کرتے رہو ہر دم پیارو ہدایت کے لیے حق کو پکارو
 دُعا کرنا عجب نعمت ہے پیارے دُعا سے آگے کشتی کنارے
 اگر اس نخل کو طالب لگاتے تو اک دن ہو رہے برتھانہ جائے
 ہمارا کام تھا وعظ و منادی سو ہم سب کر چکے وَاللہ بادی

انذاعلمہ مرزا غلام احمد ریس قادیان

اشان من الشہداء بارک المحرم بآراءہم یجمع المؤمنین ۱۲۹۵ھ ہجری المقدس علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام



لہ منشور محمدی ہنگویر ۱۲۹۵ھ - مطابق ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ

الحکمہ جلد ۷ - ۲۸ مئی ۱۹۲۲ء و الفضل ۱۸ جنوری ۱۹۲۳ء

غیر اسلامی کو اپیل

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال دل میں اُٹھتا ہے مرے سو سو اُبال
اس قدر کہین و تعصب بڑھ گیا جس سے کچھ ایساں جو تھا وہ ستر گیا
کیا یہی تقویٰ یہی اسلام تھا
جس کے باعث سے تمہارا نام تھا



توبہ سے عذاب ٹل جاتا ہے

کیا تفرع اور توبہ سے نہیں ٹلتا عذاب کس کی یہ تعلیم ہے دکھلاؤ تم مجھ کو شتاب
اے عزیزو! اس قدر کیوں جو گئے تم بے حیا کلمہ گو ہو کچھ تو لازم ہے تمہیں خوفِ خدا



اللہ تعالیٰ کو خاکساری پسند ہے

الٰہی بخش کے کیسے تھے یہ تیر کہ آخر ہو گیا اُن کا وہ پختہ
 اُسی پر اس کی محنت کی پڑی مار کوئی ہم کو تو بھادے یہ اسرار
 سمجھتے سے نہیں ملتا وہ دلدار بے جو خاک سے اُس کو بے یار
 کوئی اس پاک سے جو دل لگاے کرے پاک اُس کو تب اُس کو پاے
 پسند آتی ہے اُس کو خاکساری تزلزل ہے وہ درگاہِ باری
 عجب ناداں ہے وہ مغرور و مگراہ کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ
 بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
 مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے



اتمامِ حجت

نشان کو دیکھ کر انکار کب ہم پیش جائے گا
 ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آئیواں ہے
 یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
 تری اک روز لے گتاخ شامت آئیواں ہے
 ترے مکروں سے لے جاں مرا نقصاں نہیں بڑے
 کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آئیواں ہے
 اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدل دے جو میں کتا ہوں
 کہ عزت مجھ کو اور تجھ پر ملامت آئیواں ہے
 بُست بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تو نے اور چھپایا حق
 مگر یہ یاد رکھ اک دن بدمست آئیواں ہے
 خدا دُعا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤں گا
 سُنو اے مُنکرو اب یہ کرامت آئیواں ہے
 خدا ظاہر کرے گا اک نشان پُر رعب و پُر نیبت
 دلوں میں اس نشان سے استقامت آئیواں ہے
 خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
 مری خاطر خدا سے یہ ملامت آنے والی ہے

وہ ٹھہری آتی ہے جب میں پکاریں گے مجھے
 اب تو تھوڑے رہ گئے دُجال کھلانے کے دِن
 اے ہرے پیارے! یہی میری دُعا ہے روزِ شب
 گود میں تیری ہوں ہم اس خونِ دِل کھانے کے دِن
 کرمِ خاکی ہوں ہرے پیارے نہ آدمِ زاد ہوں
 فضل کا پانی پلا اس آگِ برسانے کے دِن
 اے ہرے یارِ یگانہ! اے ہری جاں کی پناہ!
 کر وہ دِن اپنے کرم سے دیں کے پھیلانے کے دِن
 پھر بہارِ دیں کو دکھلا اے ہرے پیارے قدیر!
 کب تک دیکھیں گے ہم لوگوں کے بھکانے کے دِن
 دِنِ چرما ہے دُشمنانِ دیں کا ہم پر ات ہے
 اے ہرے سُرُج دکھا دیں کے چمکانے کے دِن
 دِل گھٹا جاتا ہے ہر دم جاں بھی ہے نہرِ دُوبہ
 اک نظرِ فرما کہ جلد آئیں ترے آنے کے دِن
 چہرہ دکھلا کر مجھے کر دیجئے عِشقم سے رہا
 کب تک لمبے چلے جائیں گے ترسانے کے دِن
 کچھ خبر ہے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
 کیا ہرے دلدار تو آئے گا مرجانے کے دِن
 دُوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا
 آگے اس باغ پر اے یارِ مُرجھانے کے دِن

تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
 ورنہ دیں میت ہے اور یہ دن میں دفنانے کے دن
 ایک نشان دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشان
 دل چلا ہے ہاتھ سے لا جلد مٹھرا سنے کے دن
 میرے دل کی آگ نے آئندہ دکھایا کچھ اثر
 آگئے ہیں اب زمیں پر آگ مہز کالے کے دن
 جب سے میزے ہوش غم سے دیں کے ہیں جلتے ہے
 طوڑ دُنیا کے بھی بدلے ایسے دیوانے کے دن
 چاند اور سورج نے دکھلائے ہیں دُور داغ کسوف
 پھر زمیں بھی ہو گئی بے تاب تھرانے کے دن
 کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
 لرزہ آیا اس زمیں پر اُس کے چلانے کے دن
 صبر کی طاقت جو تھی مجھ میں وہ پیارے اب نہیں
 میرے دلبر اب دکھا اس دل کے بھلانے کے دن
 دوستو اُس یاد نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
 آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرنے کے دن
 ایک بڑی مُدت سے دیں کو کھنسر تھا کھاتا رہا
 اب یقین سمجھو کہ آئے کُفر کو کھانے کے دن
 دن مُبت ہیں سخت اور خوف و خطر درپیش ہے
 پر یہی ہیں دوستو اُس یار کے پانے کے دن

دس کی نصرت کے لیے اک آسماں پر شور ہے
 اب گیا دقتِ غزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن
 چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں
 اب تو ہیں اے دل کے اندھو دس کے گن گانے کے دن
 خدمتِ دس کا تو کھو بیٹھے ہو بغض و کس سے دقت
 اب نہ بائیں ہاتھ سے لوگو! یہ پچھتانے کے دن



ایک دفعہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ حکیم صاحبہ نے پچھن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ان کے بھائی صاحبزادہ مرزا مبارک احمد درویشوں، ان سے ناراض ہو گئے ہیں اور کسی طرح راضی نہیں ہو رہے۔ حضورؐ نے جو اس وقت ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے مندرجہ ذیل اشعار لکھ کر دیئے جو حضرت نواب مبارکہ حکیم نے صاحبزادہ صاحب کے سامنے پڑھ دیئے تو وہ خوش ہو گئے۔

روایت حکیم دین محمد صاحب: رجسٹر روایات جلد ۲ صفحہ ۷۰۔

مبارک کو میں نے ستایا نہیں
 کبھی میرے دل میں یہ آیا نہیں
 میں بھائی کو کیونکر ستا سکتی ہوں
 وہ کیا میری آماں کا جایا نہیں
 الہی خطا کر دے میری معاف
 کہ تجھ بن تو رب البسرایا نہیں!



روحِ مزارِ میرزا مبارک احمد

(نوشتہ ماہ ستمبر ۱۹۷۷ء)

جگر کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک نحو تھا
 وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو خیریں بنا کر
 کہا کہ آتی ہے زینندہ مجھ کو یہی تھا آخر کا قول لیکن
 کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے بھی ہم پھر جگا جگا کر
 برس تھے آٹھ اور کچھ بیٹھے کہ جب خدا نے اُسے بلایا
 بلانے والا ہے سب سے پیارا اُسی پہلے دل تو جاں نذا کر



”جا مبارک تجھے فردوسِ مبارک ہووے“



۱۔ میں جو غلامِ احمد نام خدا کا سیح موعود ہوں۔ مبارک احمد جس کا اوپر ذکر ہے میرا زاد کا تھا وہ
 بتاریخ ۱۷ شعبان ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء بروز دوشنبہ بوقت نمازِ صبح وفات پا کر اہلِ اہمائی پیشگوئی
 کے موافق اپنے خدا کو جاننا کہ خدا نے میری زبان پر اسکی نسبت فرمایا تھا کہ وہ خدا کے ہاتھ سے
 دُنیا میں کیا ہے اور پھر مئی میں ہی خدا کی طرف واپس جاسے گا۔ ۱۲۔ منہ

بمطابق روایت حضرت میر محمد اسماعیل صاحب (حیرت الہدیٰ حصہ سوم روایت نمبر ۵۲۸)

۲۔ خطباتِ محمود جلد اول ص ۲۳ خطبہ عید الاظہر فرمودہ حضرت مصلح موعود و مودعہ ۲۷ مئی ۱۹۲۳ء بمطابق ۱۹

محاسنِ قرآنِ کریم

ہے شکرِ ربِّ عزوجل خارج از بیاں
 جس کے کلام سے ہمیں اس کا بلا نشان
 وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
 ہو گئی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
 اس سے ہمارا پاک دل وسیع ہو گیا
 وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا
 اُس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
 ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا
 اُس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا
 شیطان کا مکر و دوسرے بے کار ہو گیا
 وہ رہ جو ذاتِ عزوجل کو دکھاتی ہے
 وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے

وہ رہ جو یارِ گم شدہ کو کیسے لاتی ہے
 وہ رہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے
 وہ رہ جو اس کے ہونے پر محکم دلیل ہے
 وہ رہ جو اُس کے پانے کی کال بیل ہے
 اُس نے ہر ایک کو دُہی رستہ دکھا دیا
 جتنے شکوکِ دشبہ تھے سب کو مٹا دیا
 افسردگی جو سینوں میں تھی دُور ہو گئی
 فطرت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہو گئی
 جو دُور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے
 چلنے لگی نسیمِ عنایاتِ یار سے
 جاڑے کی رُتِ ظُور سے اس کے پٹ گئی
 عشقِ فدا کی آگِ ہر اکِ دل میں اُٹ گئی
 جتنے درختِ زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
 پھلِ اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے
 موجوں سے اس کی پردے داس کے چٹ گئے
 جو کفر اور فسق کے بیٹے تھے کٹ گئے
 قرآنِ فدا نما ہے خدا کا کلام ہے !
 بے اس کے معرفت کا چمنِ ناتمام ہے
 جو لوگ شک کی سردیوں سے تھر تھرتے ہیں
 اس آفتاب سے وہ عجب دُھوپ پاتے ہیں

دُنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور و شر
 سب قلعہ گو ہیں تُوَر نہیں ایک ذرہ بھر
 پر یہ کلام تُوَرِ حُدا کو دکھاتا ہے
 اُس کی طرف نشانوں کے جلوہ سے لگا ہے
 جس دین کا صرف قلعوں پہ سارا دار ہے
 وہ دین نہیں ہے ایک فسانہ گزار ہے
 سچ پوچھئے تو قلعوں کا کیا اعتبار ہے
 قلعوں میں جھوٹ اور خطا بے شمار ہے
 ہے دین وہی کہ صرف وہ اک قلعہ گو نہیں
 زندہ نشانوں سے ہے دکھاتا رہ یقیں
 ہے دین وہی کہ جس کا خدا آپ ہو عیاں -
 خود اپنی قدروں سے دکھائے کہ ہے کہاں
 جو معجزات سُنتے ہو قلعوں کے رنگ میں
 اُن کو تو پیش کرتے ہیں سب بحث و جنگ میں
 جتنے ہیں فرقتے سب کا یہی کاروبار ہے
 قلعوں میں مُعجزوں کا بسیاں بار بار ہے
 پر اپنے دین کا کچھ بھی دکھاتے نہیں نشان
 گویا وہ رب ارض و سما اب ہے ناتواں
 گویا اب اس میں طاقت و قدرت نہیں رہی
 وہ سلطنت، وہ زور، وہ شوکت نہیں رہی

یا یہ کہ اب خدا میں وہ رحمت نہیں رہی
 نیت بدل گئی ہے وہ شفقت نہیں رہی
 ایسا گمماں خطا ہے کہ وہ ذات پاک ہے
 ایسے گمماں کی لوبتِ آحسد ہلاک ہے
 سچ ہے یہی کہ ایسے مذاہب ہی مر گئے
 اب اُن میں کچھ نہیں ہے کہ جاں سے گلد گئے
 پابند ایسے دینوں کے دُنیا پرست ہیں
 نافل ہیں ذوقِ یار سے دُنیا میں مُت ہیں
 مقصودِ اِن کا بے چین سے دُنیا کھانا ہے
 مومن نہیں ہیں وہ کہ قدمِ فاسقانہ ہے
 غم دیکھتے ہو کیسے دلوں پر ہیں اُن کے زنگ
 دُنیا ہی ہو گئی ہے غرضِ دین سے آئے تنگ
 وہ دین ہی چیز کیا ہے کہ جو رمنا نہیں
 ایسا خدا ہے اس کا کہ گویا خدا نہیں
 پھر اُس سے پہنچی راہ کی عظمت ہی کیا رہی
 اور خاص وجہِ صفتِ بخت ہی کیا رہی
 نورِ خدا کی اس میں علامت ہی کیا رہی
 توحیدِ خشک رہ گئی نعمت ہی کیا رہی
 لوگو سنو! کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں
 جس میں ہمیشہ عادتِ قدرتِ نما نہیں

مُردہ پرست ہیں وہ جو بقتہ پرست ہیں
 پس اس لیے وہ مؤذِرِ ذِلّ و مُکْتَ ہیں
 بن دیکھے دل کو دوستو اپڑتی نہیں ہے کل
 بقتوں سے کیسے پاک ہو یہ نفسِ پُر غل
 کچھ کم نہیں یہودیوں میں یہ کمسانیاں
 پر دیکھو کیسے ہو گئے شیطان سے ہم غاں
 ہر دم نشانِ تازہ کا محتاج ہے بشر
 بقتوں کے مُعجزات کا ہوتا ہے کب اثر
 کیونکر لے فسادوں سے وہ دُسرِ ازل
 گر اک نشان ہو ملتا ہے سب زندگی کا پھل
 بقتوں کا یہ اثر ہے کہ دل پُر فساد ہے
 ایمانِ زباں پہ سینہ میں حق سے غاد ہے
 دُنیا کی جرم و آذ میں یہ دل ہیں مر گئے
 غفلت میں ساری عمر بسر اپنی کر گئے
 اے سولے دالو! حباگو کہ وقتِ بہار ہے
 اب دیکھو آ کے در پہ ہمارے وہ یار ہے
 کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا
 لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اُس سے ہیں مُدا
 اس رُخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصلِ مُدعا
 جنت بھی ہے یہی کہ لے یارِ آشنا

اے حُبِ جاہ داو! یہ رہنے کی جا نہیں
 اِس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
 دیکھو تو ہا کے اُن کے مقابر کو اک نفر
 سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے بدر
 اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
 اک دن یہ صُبحِ زندگی کی تم پہ شام ہے
 اک دن تمہارا لوگ جنازہ اُٹھائیں گے
 پھر دفن کر کے گھر میں تافت سے آئیں گے
 اے لوگو! عیشِ دُنیا کو ہرگز دفا نہیں
 کیا تم کو خوفِ مرگ و خیالِ فنا نہیں
 سوچو کہ باپ دادے تمہارے بدر گئے
 کس نے بلایا وہ سبھی کیوں گند گئے
 وہ دن بھی ایک دن تمہیں یاد نصیب ہے
 خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے
 دُھو دُھو وہ راہ جس سے دل دینہ پاک ہو
 نفسِ ذنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو
 مٹی نہیں عزیزو! فقط قہتوں سے یہ راہ
 وہ روشنی نشانوں سے آتی ہے گاہ گاہ
 وہ لغو دیں ہے جس میں فقط قہتہ جات ہیں
 اُن سے رہیں الگ جو سید القنات ہیں

مدحیت اس زمانہ میں قہتوں پہ ہے ملار
 قہتوں پہ سارا دیں کی سہجائی کا انحصار
 پر نعت مہجرات کا کچھ بھی نشان نہیں
 پس یہ خدائے قہت خدائے جہاں نہیں
 دُنیا کو ایسے قہتوں نے یک سر شہ کیا !
 مُشرک بنا کے کفر دیا رُوسینہ کیا
 جس کو تلاش ہے کہ بے اس کو کردگار
 اس کے لینے حرام جو قہتوں پہ ہو نثار
 اُس کا تو فرض ہے کہ وہ دُھونڈے خدا کا نور
 تا جو دے شک و شبہ بسی اس کے دل سے دُور
 تا اُس کے دل پہ نورِ یستیں کا نژدہ ہو
 تا وہ جناب عزوجل میں قبول ہو
 قہتوں سے پاک ہونا کبھی کیا نجاں ہے
 سچ جانو یہ طریق میرا سرِ حال ہے
 قہتوں سے کب نجات ملے ہے گناہ سے
 ممکن نہیں وصالِ خدا ایسی راہ سے
 مُردہ سے کب اُمید کہ وہ زندہ کر سکے
 اُس سے تو خود محال کہ وہ بھی گُذر سکے
 وہ رہ جو ذاتِ عزوجل کو دکھاتی ہے
 وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے

وہ رہ ، جو یارِ گم شدہ کو ڈھونڈ لاتی ہے
 وہ رہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے
 وہ تازہ قدرتیں جو خدا پر دلیل ہیں
 وہ زندہ طاقتیں جو یقیں کی سبیل ہیں
 ظاہر ہے یہ کہ قصوں میں ان کا اثر نہیں
 افسانہ گو کو راہِ خدا کی خبر نہیں
 اُس بے نشان کی چہرہ نہائی نشان سے ہے
 سچ ہے کہ سب ثبوتِ خدائی نشان سے ہے
 کوئی بتائے ہم کو کہ غیروں میں یہ کہاں
 قصوں کی پاشنی میں حلاوت کا کیا نشان
 یہ ایسے مذہبوں میں کہاں ہے دکھائیے
 درنہ گزاف قصوں پہ ہرگز نہ جانیے
 جب سے کہ رقتے ہو گئے مقصودِ راہ میں
 آگے قدم ہے قوم کا ہر دم گناہ میں
 تم دیکھتے ہو قوم میں عفت نہیں رہی
 وہِ بصدق ، وہِ صفا ، وہِ طہارت نہیں رہی
 مومن کے جو نشان ہیں وہ حالت نہیں رہی
 اُس یارِ بے نشان کی محبت نہیں رہی
 اک سبیل چل رہا ہے گناہوں کا زور سے
 نسنے نہیں ہیں کچھ بھی معاصی کے شور سے

کیوں بڑھ گئے زیں پہ بڑے کام اس قدر
 کیوں ہو گئے عزیزو! یہ سب لوگ کور و کر
 کیوں اب تمہارے دل میں وہ صدق و صفائیں
 کیوں اس قدر ہے فسق کہ خوف و حیا نہیں
 کیوں زندگی کی چال سبھی فاسقانہ ہے
 کچھ اک نظر کرو کہ یہ کیا زمانہ ہے
 اس کا سبب یہی ہے کہ غفلت ہی چھا گئی
 دنیائے دُور کی دل میں محبت سما گئی
 تقویٰ کے بارے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
 جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے
 ہر دم کے خبث و فسق سے دل پر پڑے حجاب
 آنکھوں سے اُن کی ٹھپ گیا ایماں کا آفتاب
 جس کو سداۓ عز و جل پر یقین نہیں
 اُس بد نصیب شخص کا کوئی بھی دیں نہیں
 پر وہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں
 وہ اُس سے دل کے دل کو اسی سے ملاتے ہیں
 وہ اُس کے ہو گئے ہیں اسی سے وہ جیتے ہیں
 ہر دم اُسی کے ہاتھ سے اک جام پیتے ہیں
 جس نے کو پی لیا ہے وہ اُس سے ممت ہیں
 سب دشمن اُن کے اُنکے مقابل میں پست ہیں

کچھ ایسے مست ہیں وہ رُخِ خوب یار سے
 ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے دار سے
 اُن سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں
 یہ اس لیے کہ عاشقِ یارِ یگانہ ہیں
 اُن کو خدا نے غیروں سے مختار ہے امتیاز
 اُن کے لیے نشان کو دکھاتا ہے کار ساز
 جب دشمنوں کے ہاتھ سے وہ تنگ آتے ہیں
 جب بدشمار لوگ انہیں کچھ ستاتے ہیں
 جب اُن کے مارنے کے لیے چال پلٹتے ہیں
 جب اُن سے جنگ کرنے کو باہر نکلتے ہیں
 تب وہ خدا کے پاک نشان کو دکھاتا ہے
 غیروں پر اپنا رعب نشان سے جاتا ہے
 کتا ہے یہ تو بسندۂ عالی جناب ہے
 مجھ سے لڑو اگر تمہیں روکنے کی تاب ہے
 اُس ذاتِ پاک سے جو کوئی دل لگاتا ہے
 آخر وہ اُس کے رحم کو ایسا ہی پاتا ہے
 جن کو نشانِ حضرتِ باریؐ ہوا نصیب
 وہ اس جنابِ پاک سے ہر دم ہوئے قریب
 کیچنے لگے کچھ ایسے کہ دنیا سے سو گئے !
 کچھ ایسا نور دیکھا کہ اُس کے ہی ہو گئے

بن دیکھے دیکھے پاک ہو اناں گناہ سے
 اس پناہ سے نکلتے ہیں لوگ اُس کی پناہ سے
 تصویر شیر سے نہ ڈرے کوئی گوسپند
 نے مار مُردہ سے ہے کچھ اندیشہ گزند
 پھر وہ خدا ہو مُردہ کی مائیت ہے پڑا
 پس کیا اُمید ایلے سے اور خوف اُس سے کیا
 ایلے خدا کے خوف سے دل دیکھے پاک ہو
 سینہ میں اس کے عشق سے کیونکر تپاک ہو
 بن دیکھے کس طرح کسی مہِ نرغ پہ آئے دل
 کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگانے دل
 دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
 حُسن و جمال یار کے آثار ہی سہی
 جب تک خدائے زندہ کی تم کو خبر نہیں
 بے قید اور دلیر ہو کچھ دل میں ڈر نہیں
 سو روگ کی دوا یہی دَسلِ اعلیٰ ہے
 اس قید میں ہر ایک گنہ سے رہائی ہے
 پر جس خدا کے ہونے کا کچھ بھی نہیں نشان
 کیونکر نشان ایلے پہ ہو جائے کوئی جباں
 ہر چیز میں خدا کی ضیاء کا ظہور ہے
 پر پھر بھی غافلوں سے وہ دِلدار دُور ہے

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
 اُسے آزمائے داسے ! یہ نسخہ بھی آزا
 عاشق جو ہیں وہ یار کو مرمر کے پاتے ہیں
 جب مر گئے تو اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں
 یہ راہ تنگ ہے پہ یہی ایک راہ ہے
 دلبر کی مرنے والوں پہ ہر دم نگاہ ہے
 ناپاک زندگی ہے جو دُوری میں کٹ گئی
 دیوار زُحدِ خشک کی آخر کو پھٹ گئی
 زندہ دُہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں
 مقبول بن کے اُس کے عزیز و حبیب ہیں
 وہ دُور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دُور ہیں
 ہر دم اسیرِ نخوت و کبر و عِشور ہیں
 تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
 بجز و غرور و بُخل کی عادت کو چھوڑ دو
 اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
 اُس یار کے لیے رہِ عشرت کو چھوڑ دو
 لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو
 دُردنہ خیالِ حضرتِ عزت کو چھوڑ دو
 سلمیٰ کی زندگی کو کرو صدق سے قبول
 تا تم پہ ہو ملائکہ عرش کا نزول

اسٹیم چیز کیا ہے ؟ غذا کے لیے فنا
 ترکِ رنائے خویش پنے مرضیٰ غذا
 جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات
 اس رہ میں زندگی نہیں ملتی بجز مامت
 شوخی و کبر دیہ لیں کا شعار ہے
 آدم کی نسل وہ ہے جو وہ خاکسار ہے
 اے کرم خاک ! پھوڑ دے کبر و غرور کو
 زیبا ہے کبر حضرتِ ربّ غفور کو
 بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
 شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں
 پھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
 ہو جاؤ خاک مرضیٰ موٹے اسی میں ہے
 تقویٰ کی بڑا غذا کے لیے خاکساری ہے
 حقیقت جو شرط دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے
 جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
 تقویٰ کی راہ سے وہ بُت دور جاتے ہیں
 بے احتیاط اُن کی زباں دار کرتی ہے
 اک دم میں اس عظیم کو بیزار کرتی ہے
 اک بات کہہ کے اپنے عمل سائے کھوتے ہیں
 پھر شوخیوں کا بیج ہر اک وقت بولتے ہیں

کچھ ایسے سو گئے ہیں ہمارے یہ ہم وطن
 اُٹھتے نہیں ہیں ہم نے تو سو سو کئے بہن
 سب عضو سست ہو گئے غفلت ہی چھا گئی
 قوت تمام نوک زباں میں ہی آ گئی
 یا بد زباں دکھاتے ہیں یا ہیں وہ بد گمان
 باقی خبر نہیں ہے کہ اسلام ہے کہاں
 تم دیکھ کر بھی بد کو بچو بد گمان سے
 دُرتے رہو بھاپ خدائے جہان سے
 شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطا
 شاید وہ بد نہ ہو جو تمہیں ہے وہ بد نما
 شاید تمہاری فہم کا ہی کچھ قصور ہو !
 شاید وہ آزمائش رب غفور ہو
 پھر تم تو بد گمانی سے اپنی ہوئے ہلاک
 خود سر پہ اپنے لے لیا ختم خدائے پاک
 گر ایسے تم دلیریوں میں بے جا ہوئے
 پھر اتفاق کے سوچو کہ معنے ہی کیا ہوئے
 موسیٰ بھی بد گمانی سے شرمندہ ہو گیا
 قرآن میں، بخیر نے جو کیا تھا، پڑھو ذرا
 بندوں میں اپنے بھید خدا کے ہیں صد ہزار
 تم کو نہ علم ہے نہ حقیقت ہے آشکار

پس تم تو ایک بات کے کہنے سے مر گئے
 یہ کیسی عقل تھی کہ براہِ خطہ گئے
 بد بخت تر تمام جہاں سے وہی ہوا
 جو ایک بات کہہ کے ہی دوزخ میں جاگرا
 پس تم بچاؤ اپنی زباں کو فساد سے
 ڈرتے رہو عقوبتِ رب العباد سے
 دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
 سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائے گا
 وہ اک زباں ہے، عضوِ نہانی ہے دوسرا
 یہ ہے حدیثِ سیدنا سیدالوری
 پر وہ جو مجھ کو کاذب و مکار کہتے ہیں
 اور مفتی و کافر و بدکار کہتے ہیں
 اُن کے لیے تو بس ہے خدا کا یہی نشان
 یعنی وہ فضلِ اُس کے جو مجھ پر ہیں ہر زمان
 دیکھو! خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا!
 گم نامِ پاک کے شجرہٴ عالم بنا دیا!
 جو کچھ مری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا
 میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا
 دنیا کی نعمتوں سے کوئی بھی نہیں رسی
 جو اُس نے مجھ کو اپنی عنایات سے ندی

ایسے بدوں سے اُس کے ہوں ایسے معاملات
 کیا یہ نہیں کرامت و عادت سے بڑھ کے بات
 جو مُغتری ہے اُس سے یہ کیوں اتحاد ہے
 کس کو نظیر ایسی عنایت کی یاد ہے
 مجھ پر ہر اک نے دار کیا اپنے رنگ میں
 آخر ذلیل ہو گئے انجام جنگ میں
 ان یکنوں میں کبھی کو بھی ارماں نہیں رہا
 سب کی مُراد تھی کہ میں دیکھوں رو فِنا
 تھے چاہتے کہ مجھ کو دکھائیں عدم کی راہ
 یا حاکموں سے پھانسی دلا کر کریں تباہ
 یا کم سے کم یہ ہو کہ میں زنداں میں جا پڑوں
 یا یہ کہ زلتوں سے میں ہو جاؤں سرنگوں
 یا مُغتری سے ان کی کوئی آذر ہی بلا
 آ جائے مجھ پہ یا کوئی مقبول ہو دُعا
 پس ایسے ہی ارادوں سے کر کے تہذات
 چاہا گیا کہ دن مرا ہو جائے مجھ پہ رات
 کوشش بھی وہ ہوئی کہ جہاں میں نہ ہو کبھی
 پھر اتفاق وہ کہ زماں میں نہ ہو کبھی
 مجھ کو ہلاک کرنے کو سب ایک ہو گئے
 سمجھا گیا میں بد پہ وہ سب نیک ہو گئے

آخر کو وہ خدا جو کریم و قدیر ہے
 جو عالم القلوب و عسلیم و خبیر ہے
 اُترا مری مدد کے لیے کر کے عہدِ یاد
 پس رہ گئے وہ سارے سیئہ روی و نامراد
 کچھ ایسا فضل حضرت رب الوریٰ ہوا
 سب دشمنوں کے دیکھ کے اوساں ہوئے خطا
 اک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
 میں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا
 میں تھا غریب و بیگم نام و بے ہنر
 کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر
 لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
 میرے وجود کی بھی بخشی کو خبر نہ تھی
 اب دیکھتے ہو کیسا رجوع ہنساں ہوا
 اک مربع خواص میں استادیاں ہوا
 پر پھر بھی جن کی آنکھ تعصب سے بند ہے
 اُن کی نظریں حال مرا ناپسند ہے
 میں مُفتری ہوں اُن کی نگاہ و خیال میں
 دنیا کی خیر ہے مری موت و زوال میں
 نعمت ہے مُفتری پہ خدا کی کتاب میں
 عزت نہیں ہے ذرہ بھی اُس کی جناب میں

توریت میں بھی نیز کلام مجید میں
 لکھا گیا ہے رنگِ وعیدِ شدید میں
 کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افترا
 ہو گا وہ قتل ہے یہی اس جرم کی سزا
 پھر یہ عجیب غفلتِ ربِّ تدبیر ہے
 دیکھے ہے ایک کو کہ وہ ایسا شیر ہے
 پچیس سال سے ہے وہ مشغولِ افترا
 ہر دن ہر ایک رات یہی کام ہے رہا
 ہر روز اپنے دل سے بنا ہے ایک بات
 کہتا ہے یہ خدا نے کہا مجھ کو آج رات
 پھر بھی وہ ایسے شوخ کو دیتا نہیں سزا
 گویا نہیں ہے یاد جو پہلے سے کہہ چکا
 پھر یہ عجیب تر ہے کہ جب حامیان دیں
 ایسے کے قتل کرنے کو مناعل ہوں یا نہیں
 کرتا نہیں ہے اُن کی مدد وقتِ انتظام
 تا مُفتری کے قتل سے قصہ ہی ہو تمام
 پنا تو اس کا وعدہ رہا سارا طاق پر
 اُوروں کی سعی و جُہد پہ بھی کچھ نہیں نظر
 کیا وہ خدا نہیں ہے جو فُرقاں کا ہے خدا
 پھر کیوں وہ مُفتری سے کرے اس قدر وفا

آخر یہ بات کیا ہے کہ ہے ایک مُفتری
 کرتا ہے ہر مقام میں اُس کو خدا بُری
 جب دشمن اُس کو بیچ میں کوشش سے لاتے ہیں
 کوشش بھی اس قدر کہ وہ بس مر رہی جلتے ہیں
 اک اتفاق کر کے وہ باتیں بناتے ہیں
 اُسو بھوٹ اور فریب کی تہمت لگاتے ہیں
 پھر بھی وہ نامُراد مقاصد میں رہتے ہیں
 جاتا ہے بے اثر وہ جو سو بار کہتے ہیں
 ذلت میں چاہتے یہاں اکرام ہوتا ہے
 کیا مُفتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے
 اے قوم کے سرآمد! اے حامیانِ دین
 سوچو کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں
 تم میں نہ رحم ہے نہ عدالت نہ اِقتدا
 پس اس سبب سے ساتھ تمہارے نہیں خدا
 ہو گا تمہیں کلارک کا بھی وقت خوب یاد
 جب مجھ پہ کی تھی تہمت غلوں از رو فساد
 جب آپ لوگ اُس سے لے تھے بدیں خیال
 تا آپ کی مدد سے اُسے سہل ہو جدال
 پر وہ خدا جو عاجز و میسک کا ہے خدا
 حاکم کے دل کو میری طرف اُس نے کر دیا

تم نے تو مجھ کو قتل کرانے کی ٹھانی تھی
 یہ بات اپنے دل میں بہت سہل جانی تھی
 تھے چاہتے صلیب پہ یہ شخص کینچا جائے
 تا تم کو ایک فخر سے یہ بات ہاتھ آئے
 ”جھوٹا تھا مفتری تھا تبھی یہ بلی سزا“
 آخر مری مدد کے لیے خود اٹھا خدا
 دُکھس پہ سارا حال بریت کا کھل گیا
 عزت کے ساتھ تج میں دہاں سے بُری ہوا
 الزام مجھ پہ قتل کا تھا سخت تھا یہ کام
 تھا ایک پادری کی طرف سے یہ اِشام
 جتنے گواہ تھے وہ تھے سب میرے برخلاف
 اک مولوی بھی تھا جو یہی مارتا تھا لاف
 دیکھو! یہ شخص اب تو سزا اپنی پائے گا
 اب بن سزائے سخت یہ بچ کر نہ جائے گا
 اتنی شہادتیں ہیں کہ اب کھل گیا قصور
 اب قید یا صلیب ہے، اک بات ہے ضرور
 بسنوں کو بددعا میں بھی تھا ایک انہماک
 اتنی دُعا کہ گھس گئی سجدے میں اُن کی ناک
 القصدہ جُحد کی نہ رہی کچھ بھی انتہا
 اک سو تھا مگر ایک طرف سجدہ و دُعا

آخر خدا نے دی مجھے اس آگ سے نجات
 دشمن تھے جتنے اُن کی طرف کی نہ التفات
 کیسا یہ فضل اس سے نمودار ہو گیا
 اک مفتری کا وہ بھی مددگار ہو گیا
 اس کا تو فرض تھا کہ وہ وعدہ کو کر کے یاد
 خود مارتا وہ گردنِ کذاب بد نہاد
 گر اُس سے رہ گیا تھا کہ وہ خود دکھائے ہاتھ
 اتنا تو سہل تھا کہ تمھارا بٹائے ہاتھ
 یہ بات کیا ہوتی کہ وہ تم سے الگ رہا
 کچھ بھی مدد نہ کی نہ نشنی کوئی بھی دُعا
 جو مفتری تھا اُس کو تو آزاد کر دیا
 سب کام اپنی قوم کا برباد کر دیا
 سب جتہ و جند و سنی اکارت چلی گئی
 کوشش تھی جس قدر وہ بشارت چلی گئی
 کیا "راستی کی فتح" نہیں وعدہ خدا
 دیکھو تو کھول کر سخن پاک بکسریا
 پھر کیوں یہ بات میری ہی نسبت پلٹ گئی
 یا خود تمھاری چادرِ تقویٰ ہی پھٹ گئی
 کیا یہ عجب نہیں ہے کہ جب تم ہی یار ہو
 پھر میرے فائدے کا ہی سب کاروبار ہو

پھر یہ نہیں کہ ہو گئی ہے صرف ایک بات
 پاتا ہوں ہر قدم میں خدا کے تفضلات
 دیکھو وہ بھیس کا شخص کرم دیں ہے جس کا نام
 لڑنے میں جس نے نیند بھی اپنے پہ کی حرام
 جس کی مدد کے واسطے لوگوں میں جوش تھا
 جس کا ہر ایک دشمن حق عیب پوش تھا
 جس کا رفیق ہو گیا ہر ظالم و غوی !
 جس کی مدد کے واسطے آئے تھے مولوی
 ان میں سے ایسے تھے کہ جو بڑھ بڑھ کے آتے تھے
 اپنا بیاں لکھانے میں کرتب دکھاتے تھے
 ہشیاری مستیغث بھی اپنی بوکھاتا تھا
 سو سو خلاف واقعہ باتیں بناتا تھا
 پر اپنے بد عمل کی سزا کو وہ پا گیا
 ساتھ اس کے یہ کہ نام بھی کاذب رکھا گیا
 کذاب نام اس کا ذناتر میں رہ گیا
 چالاکیوں کا فخر جو رکھتا تھا بہ گیا
 اے ہوش و عقل والو ! یہ عبرت کا ہے مقام
 چالاکیاں تو یہ سپح ہیں، تقویٰ سے ہو دیں کام
 جو مشقی ہے اس کا خدا خود نصیر ہے
 انجم فاسقوں کا عذاب سیر ہے

جڑ ہے ہر ایک خیر و سادت کی اتقا
 جس کی یہ جڑ رہی ہے عمل اس کا سب رہا
 مومن ہی فتح پاتے ہیں انجم کار میں
 ایسا ہی پاؤ گے سخنِ بکر دگار میں
 کوئی بھی مُفتری ہمیں دُنیا میں اب دکھا
 جس پر یہ فضل ہو یہ عنایت یہ عطا
 اس بد عمل کی قتل سزا ہے نہ یہ کہ پیست
 پس کس طرح خدا کو پسند آگئی یہ ریت
 کیا تھا یہی معاملہ پاداشِ افسترا
 کیا مُفتری کے بارے میں وعدہ یہی ہوتا
 کیوں ایک مُفتری کا وہ ایسا ہے آشنا
 یا بے خبر ہے عیب سے دھوکے میں آگیا
 آخر کوئی تو بات ہے جس سے ہوا وہ یار
 بدکار سے تو کوئی بھی کرتا نہیں ہے پیار
 تم بد بنا کے پھر بھی گرفتار ہو گئے
 یہ بھی تو ہیں نشان جو نمودار ہو گئے
 تاہم وہ دوسرے بھی نشان ہیں ہمارے پاس
 لکھتے ہیں اب خدا کی عنایت کبے ہر اس
 جس دل میں رُچ گیا ہے محبت سے اسکا نام
 وہ خود نشان ہے نیز نشان سائے اسکے کام

کیا کیا نہ ہم نے نام رکھائے زمانہ سے
 مردوں سے نیز فرقہ ناداں زمانہ سے
 اُن کے گماں میں ہم بد و بد حال ہو گئے
 اُن کی نظر میں کافر و دجال ہو گئے
 ہم مُفتری بھی بن گئے اُن کی نگاہ میں
 بے دین ہوئے فساد کیا حق کی راہ میں
 پر ایسے کفر پر تو فدا ہے ہماری جاں
 جس سے ملے خُدا کے جہان و جہانیاں
 لعنت ہے ایسے دین پہ کہ اس کفر سے ہے کم
 سو شکر ہے کہ ہو گئے غالب کے یار ہم
 ہوتا ہے کردگار اسی رہ سے دستگیر
 کیا جانے قدر اس کا جو قصوں میں ہے اسیر
 وحی خدا اسی رو فرخ سے پاتے ہیں
 دہر کا بانچن بھی اسی سے دکھاتے ہیں
 اُسے مُدعی نہیں ہے ترے ساتھ کردگار
 یہ کُفر تیرے دین سے ہے بہتر ہزار بار



مناجات اور تبلیغ حق

اے خدا اے کارساز و عیثیٰ شکر و کار
کس طرح تیرا کر دل آؤ و الفتن شکر و پاس
اے مے پیار مے محسن مے پروردگار
وہ زباں لاؤں کہاں جس سے ہو یہ کار و بار
بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ
کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب و غوار

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا
تیرے کاموں مجھے حیرت ہے اے یہ سرکار
نہ سے کیا دیکھا کہ یہ طیف کرم ہے بار بار
کس عمل پر بھگو دمی ہے غلعتِ قرب و جوار
کرم خاکی ہوں مگر پیار ہے آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی مار
یہ سر اسر فضل و احسان کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدائے بندگان

دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ دشمن ہوئے
اے مے پیار یگانہ اے مری جاں کی پئے
پر نہ چھوڑا ساتھ تھے نے اے مے طہجت ہار
بس تو میرے لیے بھگو نہیں تجھ بن بکار
میں تو مگر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ بھینک لے جاتی غبار

اے خدا ہو تیری وہ میں میرا جسم جان بول
ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں سیر دن کئے
نسل انساں میں نہیں دیکھی فاجو تجھ میں ہے
لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
استدر تجھ پر ہو میں تیری عنایات و کرم
آسمان میرے لئے تو نے بنایا ایک گواہ
تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کھیلنے

ہو گئے بیکار سب جے جب آئی وہ بلا

ساری تدبیروں کا خاکہ اڑ گیا مثل غبار

سرزمین ہند میں ایسی ہے شہرت بھک کو دی
پھر دوبارہ ہے اتارا تو نے آدم کو یہاں
لوگ سو بک بک کریں پر تیرے مقصد و ہیں
ہاتھ میں تیرے پھر خضران و نفع و عشر و غیر
جس کو چاہے تخت شاہی پر بٹھا دیتا ہے تو

جیسے ہوشیے برق کا ایک دم میں ہر جا انتشار
تا وہ نخل راستی اس ملک میں لاوے شمار
تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں زادار
تو ہی کرتا ہے کسی کو بے نوا یا بختیار
جسکو چاہے تخت کی نیچے گرا دے کر کے غوار

میں بھی ہوں تیرے نشانوں جہاں میں انکشاں

جس کو تو نے کر دیا ہے قوم و دیں کا افتخار

فانیوں کی جاہ و حشمت پر بلا آدے ہزار
عزت و دولت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
میرے جیسے کو جہاں میں تو نے روشن کر دیا
تیرے اکیرے مرنے کیا عجائب کام ہیں

سلطنت تیری ہر دور رہتی ہے دائم برقرار
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور باد بہار
کون جانے اے سر مالک تیرے عیوڈ کی سار
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے شمار

ابتدا سے گوشہ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہر توں مجھ کو نفرت تھی برآک عظمت سے
پر مجھے تُو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
میں کب ناگنا تھا تیرا جی سب برگ بار
اس میں میرا جرم کیا جب مجھ کو یہ فرماں ملا
کون ہوں تازہ ذکروں حکم شہر ذی الاقدار
اب تو جو فرماں ملا اسکا ادا کرنا ہے کام
گر چہ میں ہوں بس ضعیف نہا تو ان دو دلفگار
دعوت ہر ہنرہ کو کچھ خدمت آساں نہیں
ہر قدم میں کوہ ماراں ہر گز میں دشت غار
چرخ تک پہنچے ہیں میرے نعرہ ہائے دُروغ

پر نہیں پہنچی دلوں تک جاہلوں کے یہ پکار

قبضہ تقدیر میں دل ہیں اگر چاہے خدا
پھیر دے میری طرف آجائیں پھر بے اختیار
گر کرے مجھ کو نہائی ایک دم میں نرم ہو
وہ دل نگیں جو ہوئے مثل سنگ کو ہزار
ہائے میری قوم نے تکذیب کر کے کیا لیا
زلزلوں کے ہو گئے صد ہا ساکن مثل غار
شرط تقویٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اس وقت پر
شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر کچھ دن اور قرار
کیا وہ سارے مرحلے طے کر چکے تھے علم کے
کیا نہ تھی آنکھوں کے آگے کوئی رہ تار یک تار

دل میں جو ارباب تھے وہ دل میں ہمارے گئے

دشمن جاں بن گئے جن پر نظر تھی بار بار

ایسے کچھ بگڑے کہ اب بننا نظر آتا نہیں
آہ کیا سمجھے تھے ہم اور کیا ہوا ہے آشکار
کس کے آگے ہم کہیں اس دردِ دل کا ماجرا
ہم کو بے ٹخنے سے نفرت بات سننا دردِ کنار
کیا کروں کیونکر کروں میں اپنی جاں زیرِ دُور
کس طرح میری طرف دیکھیں جو رکھتے ہیں نقار
استعدا ظاہر ہوئے ہیں فضلِ حق سے معجزات
دیکھنے سے جتنے شیطان بھی ہوئے دلفگار
پر نہیں اکثر مخالف لوگوں کو شرم دیا
دیکھ کر سو سونشاں پھر بھی بسے تو ہیں گار و بار
صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشان کافی ہے گردِ دل میں ہے خوفِ کردگار

دن چڑھا ہے دشمنان دیں کا ہم پر راست
لے مرے پیارے بھائی ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا
پھیر دیکھیری طرف لے سار باں جگ کی مہار
خاک میں ہو گا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
فضل کے ہاتھوں اب اس وقت کر میری ہر
کشتی اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار

میرے تم دیکھو اب کیسے قطع نظر

تازہ خوش ہو دشمن ہیں جس پہ ہے لعنت کی مار

میرے زخون لگا مرہم کی میں رہ بخور ہوں
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعیف دینِ مصطفیٰ
میرے فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار
جھکو کر اے میرے سیرنگاں کامیاب کا نگار
یہ تو تیرے پر نہیں اتید اے میرے حصار
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی لب سن پیکار
یا الہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
قوم میں فرق و فجور و محیست کا زور ہے

ایک عالم مر گیا ہے تیسرے پانی کے بغیر

پھیر دے اے میرے مولیٰ اس طرف دیا کی حار

اب نہیں ہیں ہوش اپنے ان مصائب میں بجا
کس طرح نہیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں
رجم کر بندوں پہ اپنے تادہ ہو یوں سنگار
بے طرح پھیل ہیں یہ آفات ہر جنم و ہر کار
آگیا اس قوم پر وقت خزاں اندر بار
اپنی کجگرائی پہ ہر دل کر رہا ہے اعتبار
خور سے دیکھا تو کیڑے آئیں بھی پائے ہزار
اس دہانے کھالیے ہر شاخ و پھل کے تار
جل گیا ہے باغ تقویٰ دیں کی جواب اک مزار
اے خدا بن تیرے ہو یہ آپاشی کس طرح

تیرے ہاتھوں سے پیار سے اگر کچھ ہو تو ہو در نہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل دار
 اک نشان کھلا کہ اب میں ہو گیا بے نشان اک نظر کرا سفتہ تا کچھ نظر آوے بہار
 کیا کموں دنیا کے لوگوں کی کیسے سو گئے کس سے ہے حق سے نفرت اور ناحق سے پیار
 عقل پر پر پڑے پڑے سو سونشاں کو دیکھ کر
 نور سے جو کرانگ پابا کہ ہو میں اصل نار

گر نہ ہوتی بدگمانی کفر بھی ہوتا فتنہ اسکا ہوئے ستیا ناس اس سب کو بے ہوشیار
 بدگمانی سے تو رانی کے بھی بنتے ہیں پہاڑ پر کے اک لٹیم سے ہو جاتی ہو کوئلوں کی قطار
 حد سے کیوں بڑھتے ہو لوگو کچھ کرو خوف خدا کیا نہیں تم دیکھتے نصرت خدا کی بار بار
 کیا خدا نے اقیار کی خون نصرت چھوڑ دی ایک فاسق اور کافر نے کیوں کھتا ہے پیار
 ایک بد کردار کی تائید میں اتنے نشان کیوں کھتا ہے کہ کیا ہے بد کنوں کا رشتہ دار
 کیا بد کتاب ہے وہ اب اس نعمت قانون کو

جس کا تھا پابند وہ از ابتدا سے روزگار

آنکھ گر چھوٹی تو کیا کانوں میں بھی کچھ پڑ گیا کیا خدا دھوکے میں ہے اور تم ہو میسر رازدار
 جس کے دعویٰ کی سلسرا فترا پر ہے بنا اسکی یہ تائید ہو پھر جھوٹ پر میں کیا نکھار
 کیا خدا بھولار ہا تم کو حقیقت مل گئی کیا رہا وہ بیخبر اور تم نے دیکھا حال زار
 بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا در نہ تھے میری صداقت پر بڑا میں بیشمار
 جہل کی تار کیاں اور سو جن کی شہداد جب اکٹھے ہوں تو پھر ایماں اٹھے جیسے غبار
 زہر کے پینے سے کیا انجام مجز موت و فنا بدگمانی زہر ہے اس کے پھولے دیں شعار
 کانٹے اپنی راہ میں بھرتے ہیں ایسے بدگماں جن کی عادت میں نہیں شرم و شکیب اسطبار
 یہ غلط کاری بشر کی بد نصیبی کی ہے جڑ پر مقدر کو بدل دینا ہے کس کے اختیار

سخت جاں ہیں ہم کسی کے نبض کی پڑا نہ
دل قوی رکھتے ہیں ہم دُروں کی ہے جھک سہار
خدا کا ہے اسے لکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال لے رو بہ زار و نزار
ہے سر راہ پر مرے وہ خود کھڑا موٹی کرے
پس نہ بیٹھو میری رہ میں لے شہزاد د

ننت اللہ ہے کہ وہ خود فرق کو دکھلائے ہے
تایاں ہو کون پال دُکون سے مُرداوار
مجھ کو پرے میں نظر آتا ہے اک میرا معین
تین کو کھینچے ہوئے اُسپر جو رہتا ہے فہ دار
دشمن غافل اگر دیکھے وہ بازو وہ سلاح
ہوش ہو جائیں خطا اور جھول جائے سب نقار
اس جہاں کا کیا کوئی داؤد نہیں اور داؤد گر
پھر شریر انفس ظالم کو کہاں جائے فرار
کیوں عجب کرتے ہو گزین اگیا ہو کر مسیح
خود میحانی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار
آسمان پر دعوتِ حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُمار

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نہض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کھتے ہیں تیلٹ کو اب ال دانش آلودار
پھر ہوئے ہیں چشمتہ توحید پر از جہاں نثار
بلغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار
آ رہی ہے اب تو خوشبو میسے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار
ہر طرف ہر ملک میں سببت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عز و وقار
آسمان سے ہے ملی توحید خالق کی ہوا
دل ہمارا ساتھ ہیں گوشت کریں بک بک ہزار
اشعوا صوت السماء جاء المسيح جاء المسيح
نیز بشنوا از زمیں آمد امام کا مگار
آسمان بار و نشان اُوقت می گوید زمیں
ایں دو شاہد از پیے من نعر زن چوں بقیار
اب اسی گلشن میں لوگ احت و آرام ہے
وقت ہے جلد آئے آوارگانِ دشت خار

اک زماں کے جداب آتی جو یہ ٹھنڈی ہوا پھر خدا جانے کہ کب آئیں یہ دن اور یہ سارا

اے مکذب کوئی اس تکذیب کا ہے انتہا

کب تلک تو غمے شیطان کو کرے گا اختیار

ثب احمد کی مالک نے جو ڈالی تھی رہنا آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزانِ دیار

گلشن احمد بنا ہے منکب بادِ صبا جس کی تھرکیوں سے سنتا ہے بشرِ گفتارِ یار

در نہ وہ ملت وہ رہ وہ رسم وہ دیں چیز کیا سایہ افکن جس پہ نورِ حق نہیں خورشیدِ دار

دیکھ کر لوگوں کے کیسنے دل مراغوں ہو گیا قصد کرتے ہیں کہ ہو پامال دُشِ شاہوار

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بھندی کی طرف وہ بھلا تے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیرِ رخسار

نورِ دل جاتا رہا اک رسم دیں کی رہ گئی

پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مُصلح دیں کیا بکار

راگ وہ گاتے ہیں جس کو آسماں گاتا نہیں وہ ارادے ہیں کہ جو ہیں برخلافِ شہرِ یار

ہائے مارِ آستیں وہ بن گئے دیں بیکلے وہ تو فریہ ہو گئے پردیں ہوا زار و نزار

ان غموں سے دستِ تو غم ہو گئی میری کمر میں تو مرجاتا اگر ہوتا نہ فضیلِ کردگار

اس پس کو میری وہ جانے کہ رکھتا ہر پیش اس الم کو میرے وہ سمجھے کہ ہے وہ دلفگار

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی پڑا مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تارِ کی تار

مُفتری کہتے ہوئے اُن کو حیا آتی نہیں کیسے غالم ہیں کہ اس عالم سے ہیں یہ برکنار

غیر کیا جانے کہ دہر سے ہیں کیا جوڑ ہے وہ ہمارا ہو گیا اُسکے ہوئے ہم جاں نثار

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں نیزا برائیم ہوں نہیں ہیں میری بے شمار

اک شجر ہوں جبکو داؤدی صفت کے پھل لگے میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار

پر میا جان کے میں بھی دیکھتا دے میلِ لب گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مار

دشمنو! ہم اس کی رہ میں رہ رہے ہیں ہر گھڑی
کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار

سرسے سیر پاؤں تکمٹا دیا رنج میں ہے بنساں
کیا کروں تعریف جن یار کی اور کیا کھوں
اے مے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ دار
اک اڈے ہو گیا میں سیل نفس دُوں سے پار
آکھ میں اسکی کہ ہے وہ دُور تر از صحن یار
ہو گئے اسرار اُس دیہر کے مجھ پر آشکار
ادوی ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم سیل و نہار
کیا تماشہ ہے کہ میں کافر ہوں تم مومن ہوئے

پھر بھی اس کافر کا سامی ہے نہ مقبول کا یاد

کیا چننی بات ہے کافر کی کرتا ہے مد
اہل تقویٰ تھا کرم دیں بھی تمہاری آنکھ میں
وہ خدا جو چاہئے تھا مومنوں کا دوستدار
جس نے ناحق ظلم کی وہ سے کیا تھا مجھ پہ دار
بے معاد دل میں تھا بھی نصرت حق سیر ساتھ
فتح کی دیتی تھی وحی حق بشارت بار بار
پر مجھے اُس نے نہ دیکھا آنکھ اُسکی بند بستی
پھر سزا پا کر لگایا سُر مہ دُنبالہ دار
نام بھی کتاب اس کا دفتروں میں چہ گیا
اب مٹا سکتا نہیں یہ نام تار و ز شمار
اب کو کس کی ہوئی نصرت جناب پاک سے
کیوں تھا راستی پکڑا گیا ہو کر کے غوار
پھر ادھر بھی کچھ نظر کرنا خدا کے خوف سے
کیسے میر یار نے مجھ کو بچایا بار بار
قتل کی ٹھانی شہریروں نے چلئے تیر کر
بن گئے شیطان کے چیلے اور نسل ہونما
پھر لگایا خونوں تک زود بین کراک گروہ
پر نہ آیا کوئی بھی منصوبہ اُن کو ساز و دار

ہم نگہ میں ان کی تہاں اور بے ایماں ہوئے
آتش تکبیر کے اڑتے رہے پیہم شرار

اب ذرا سوچو دیا نیسکا کہ یہ کیا بات ہے
کیوں نہیں تم سوچتے کیسے ہیں یہ پرے پرے
یہ اگر انسان کا ہوتا کاروبار لے ناقصا
پکھ نہ مٹی حاجت تمہاری تمہارا بھکر کی
پاکے برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہونا نصیر
اس قدر نصرت کہاں ہوتی ہے اک کذاب کی
ہاتھ کس کا ہے کہ ذکر تا ہے وہ دشمن کا وار
دل میں اُٹتا ہے سرورہ کے اب سو سو بخار
ایسے کاذب کیلئے کافی تھا وہ پروردگار
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہر پار
درد نہ اٹھ جائے اماں پھر سچے ہو ویں شہر ساز
کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں سچ کھوتے ہو بڑھ بڑھ کے مار
ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نصیر

میرے بیسی جس کی تائیدیں ہوتی ہوں بار بار

آفتاب سبج نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
روشنی سے انہض اور ظلمت پر وہ قربان ہیں
سر پہ اک ٹولج چمکتا ہے گر انکھیں ہیں بند
طرفہ کیفیت ہے ان لوگوں کی جو منکر ہوئے
پراگر پوچھیں کہ ایسے کاذبوں کے نام لو
مردہ ہو جاتے ہیں اس کا کچھ نہیں دیتے جواب
انکی قسمت میں نہیں دیں کیلئے کوئی گھڑی
جی پُرانا راستی سے کیا یہ دیں کا کام ہے
کیا قسم کھاتی ہے یا کچھ بیچ قسمت میں پڑا
انبار کے طور پر رحمت ہوتی ان پر تمام
دل میں بیزار اور راتوں کہ وہ کرتے ہیں پیار
ایسے بھی شہر نہ ہونگے گرچہ تم ڈھونڈو ہزار
مرتے ہیں بن آب وہ اور در پہ نہر خوشگوار
یوں تو ہر دم مشغلہ ہے گایاں لیل نسا
جن کی نصرت سالما سے کر رہا ہو کردگار
درد ہو جاتا ہے منہ جیسے کوئی ہو سو گوار
ہو گئے مفتون دنیا دیکھ کر اس کا سنگار
کیا یہی ہے زہد و تقویٰ کیا یہی راہ بخار
روز روشن چھوڑ کر ہیں عاشق شہنائے تار
انکے جو حملے ہیں ان میں سب نبی ہیں حقہ دار

میری نسبت جو کہیں کہیں سچے آتا ہے

چھوڑ دینے کیا وہ سب کو کفر کر کے اختیار

مجھ کو کافر کہہ کے اپنے گھر پر کہتے ہیں مگر
 ساتھ سے ہیں کچھ برس شکے زیادہ اس گھڑی
 تھنا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں
 اس قدر بے زندگی کیا افترا میں کٹ گئی
 یہ تو ہے سب شکل انکی ہم تو ہیں آئینہ دار
 سال ہے اب تیسوں عویٰ پہ لڑوئے شہاد
 جبکہ میں نے وحی ربانی سے پایا افتخار
 پھر عجب تیرے کہ نصرت کے ہوئے جاری بہار
 ہر قدم میں میرے مولیٰ نے دئے مجھ کو نشان
 ہر قدم پر تجھت حق کی پڑی ہے فدا و انقار

نعتیں دے دیں مرے مولیٰ نے اپنے فضل سے

جن سے ہیں معنی اَشْمَنَتْ عَلَیْكَ ذَا شُكَّار

سایہ بھی ہو جاتے ہے اوقاتِ ظلمت میں مٹا
 اس قدر نصرت تو کاذب کی نہیں ہوتی کبھی
 پھر اگر ناچار ہو اس سے کہ دو کوئی نظیر
 یہ کہاں سے سن لیا تم نے کہ تم آزاد ہو
 نعرہ اِنَّا ظَلَمْنَا نُسَبِّتُ اَبْرَارَہے
 جسم کو لے ل کے دھونا یہ تو کچھ شکل نہیں
 اپنے ایماں کو ذرا پردہ اُٹھا کر دیکھنا
 گوجیا ہو سوچ کر دیکھیں کہ یہ کیا راز ہے
 کیا بگاڑا اپنے مکر وں سے ہمارا آجتک
 لے لے قیعو مالو! مجھ کو سمجھ آتا نہیں
 یہ نشانِ صدق پا کر پھر یہ کیوں اور یہ نقار

صدق کو جب پایا اصحابِ رسول اللہ نے

اُس پال جانِ تن بڑھ بڑھ کے کرتے تھے نثار

پھر عجب یہ علم یہ تنقید آثار و حدیث
 دیکھ کر سو سنو نشان پھر کر رہے ہو تم فساد

بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
کیا بٹھے تم چھوڑتے ہو جاہ دنیا کے لیے
کون پروردہ مجھے دیتا ہر میدان میں فتح
تم تو کہتے تھے کہ یہ نابود ہو جائے گا جلد
روح انصاف خدا ترسی کہ ہے میں کا مدار
جاہ دنیا تک تلک دنیا ہے خود ناپائیدار
کون ہے جو تم کو ہر دم کر رہا ہے شرمسار
یہ ہمارے ہاتھ کے نیچے ہے اک ان فی شکار
بات پھر یہ کیا ہوئی کس نے مری تائید کی

غائب خاص رہے تم، ہو گیا میں کامگار

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
اُس زمانہ میں غفلانے دی تھی شہرت کی خبر
کھول کر دیکھو براہیں جو کہ ہے میری کتاب
اب دُعا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
قدرتِ رحمان دیکر آدمی میں فرق ہے
سوچ لو لے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے
سوچ لو یہ ہاتھ کس کا تھا کہ میرے ساتھ تھا
یہ بھی کچھ ایساں ہے یاد ہم کو بھائے کوئی
غل چاٹتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے
قادیان بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زہرِ غار
لیکن اب بیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار
جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرورِ روزگار
اس میں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اسکو ایک ٹار
استقرارِ امر نہاں پر کس بشر کو اقتدار
جو نہ بکھے وہ غبی از فرق تاپا ہے حمار
راہِ حرام چھوڑ دو رحمت کے ہوا تیدوار
کس کے فرماں میں مقصد پا گیا اور تم ہو خوار
جس کا ہر میدان میں چل حرام ہے اور ذلت کی مار
میں تو خود رکھتا ہوں انکے یوں اور ایمان عار

گر یہی دیں ہر جو ہے انکی خصالِ سرعیاں

میں تو اک کوڑی کو بھی لیتا نہیں ہوں زینہار

جانِ دل سے ہم شاربِ اہمیتِ اسلام ہیں
داہ بے جوشِ جہالت خوب کھلے تھے ہن نگ
لیک نہیں فہرہ نہیں جس پر چلیں اہلِ نقار
بھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار

نازمت کراپنے ایماں پر کہ یہ ایماں نہیں
 پیٹنا ہو گا دو ہاتھوں سے کہ ہے ہے مر گئے
 اسکو میرا مت گھاں کر ہے یہ سنگ کو ہمار
 جبکہ ایماں کے تھمار گھنڈ ہوں گے آشکار
 تانہ دُوب جاتیں تیرے اہل و عیال و رشتہ دار
 یہ عجب بد قسمتی ہے کس قدر دعوت ہوئی
 ہوش میں آتے نہیں سو سو طرح کوشش ہوئی

ایسے کچھ سونے کہ پھر ہوتے نہیں ہیں ہوشیار

دن بُرے آئے اکٹھے ہو گئے قحط و دبا
 ہے غضب بکتے ہیں اب دُوحیٰ خدا مفقود ہے
 اب تک تو بنیں اب دیکھئے انجام کار
 اب قیامت تک ہے اس اُتار کا قصوں پر مدار
 یہ عقیدہ بر خلافِ کُفّہٴ داوار ہے
 وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
 اب بھی اُس کو لو لےتا ہے جس سے وہ کرنا ہے پیار
 گو ہر دُوحیٰ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
 ایک ہی دیں کیلئے ہے جانے عز و افتخار
 یہ وہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
 یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہوشیار
 یہ وہ آئینہ ہے جس کے دیکھ لیں رُونے نگار
 یہ وہ ہے مفتاح جس سے آسماں کے درکھیں
 بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہے
 بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا حصار
 ہے خدا دانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں
 محض قصوں کہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار

ہے یہی دُوحیٰ خدا عرفانِ مولیٰ کا نشان

جس کو یہ کامل ملے اسکو ملے وہ دستار

واہ رے باغِ عبت موت جس کی رہگذر
 ایسے دل پر داغِ لعنت ہے ازل سے تابہ
 دہل یا راسکا ثمر ہمارا دگر داس کے ہیں خار
 جو نہیں اسکی طلب میں یہ خود دیوانہ دار
 دیں اُسے ملتا ہے جو دیں کے لیے ہوتیار
 پر جو دنیا کے نہیں کھڑے کیا ڈھونڈیں آسے

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار
یاد وہ دن جبکہ تمہیں یہ سب انکسار مدنی موجود حتیٰ اب حبلہ ہوگا آشکار
کون تمہا جس کی تنہا یہ نہ تھی اک مٹش سے
کون تمہا جس کو نہ تھا اس کی نیلے سے پیار

پھر وہ دن جب آگے اور چودھویں آئی صدی سب اقل ہو گئے منکر یہی دیں کے بنار
پھر دوبارہ آگئی احبار میں رسم یہود پھر سب وقت کے دشمن بن گئے یہ جبینہ دار
تھا لوشتوں میں یہی ازا ابتدا انشا پھر مٹے کیونکر کہ ہے تقدیر نے نقش جدار
میں تو آیا اس جہاں میں ابن مریم کی طرح میں نہیں مامور از بہر جہاد و کارزار
پراگرتا کوئی بیسی اُنھیں اُنھیں مدعی لے لے میدان کھلا تھا قوم میں اور کرتا جنگ اور دیتا فینست بیشمار
لیے مدی کیلئے میدان کھلا تھا قوم میں پھر تو اس پر جمع ہوئے ایک دم میں صد ہزار
پر یہ تھا رحم خداوندی کہ میں ظاہر ہوا آگ آتی گرنے میں آتا تو پھر جاتا تار
آگ بھی پھر آگئی جب دیکھ کر اتنے نشان قوم نے مجھ کو کہا کذاب ہے اور بد شعار
ہے یقین یہ آگ کچھ مدت تک جاتی نہیں ہاں مگر توبہ کریں با صندیا زو انکسار
یہ نہیں اک اتفاقی امر تھا ہوتا سلاج ہے خدا کے حکم سے یہ سب تباہی اور تبار

وہ خدا جس نے بنایا آدمی اور دیں دیا

وہ نہیں راضی کہ بے دینی ہو ان کا کاروبار

بے خدا بلے دھندو تقویٰ بے دینا ہے جفا بن بھی دنیا گدوں طاعون کرے آہیں شکار
میدانوں مست ہو پورے بنو تم مشق یہ حوایاں بچے ہاں کا کچھ نہیں آتا بکار
موت کے گر خود ہو بے ڈر کچھ کرو پتھوں پر دم امن کی رہ پر چلو بن کو گرد و مست اختیار
بن کے بے سنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی کوئی ہے خود بہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

ان دلوں کو خود بدل دے اے مے قادر خدا تو تو رب العالمین ہے اور سب کا شہر یار

تیرے آگے محو یا اثبات ناممکن نہیں

جوڑنا یا توڑنا یہ کام تیرے اختیار

ٹوٹے کاموں کو بنا دے جب نگاہ فضل ہو
تو ہی گردی کو بنا دے توڑ دے جب بن چکا
جب کئی دل غلبت عصیاں میں ہوئے مبتلا
اس جہاں میں خواہش آزادگی بے ٹوہ ہے
دل جو غالی ہو گدا ز عشق سے وہ دل ہے کیا
فقر کی منزل کا ہے اول قدم نفعی و جود
تلخ ہوتا ہے ثمر جنت کہ ہو وہ ناتمام
تیرے مٹنے کی بھوک نے دل کو کیا زیر و زبر
اے خدا اے چارہ ساز درد ہم کو خود بچا
بلخ میں تیری جنت کچھ دیکھے ہیں پھل
پھر بنا کر توڑ دے اکدم میں کر دے تازہ یار
تیرے بھیدوں کو نہ پاوے سوئے کوئی بچار
تیرے روشن ہوئے گوچر سے سورج ہزار
اک تری قیدِ محبت سے جو کرے رستگار
دل وہ ہے جسکو نہیں بے دہر بکتا قرار
پس کر داس نفس کو زیر و زبر از بہر یار
اس طرح ایماں بھی ہے جنت کا ہو کال پیار
اے مے فردوس اعلیٰ اب گرا مجھ پر شمار
اے مے زخموں کے مرہم دیکھ میرا دل فگار
ملنے میں مشکل سے ایسے سب اور ایسے نادر

تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے

ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار

گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت یہ سچ ہے
جن پہ ہے تیری عنایت بدی سے دور ہیں
چھٹ گئے شیطان جو تھے تیری الفت کے اسیر
سب پیاسوں سے بخور تیرے مٹنے کی ہے پیاس
جس کو تیری دھن لگی آفر وہ بچہ کو حب ملا
جس کو تیرے سبب جہنم کی آفر وہ بچہ کو حب ملا
فضل پر تیرے ہے سب جہد و عمل کا انحصار
رہ میں حق کی توتیں ان کی چلیں بن کر قطار
جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و بر پانی بہار
جن کا دل اس سے ہے بریاں پا گیا وہ آبشار
جسکو بے عینی ہے یہ وہ پا گیا آخر قرار

عاشقی کی ہے علامت گریہ و امان و شمت
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لیے ہوا شکر

تیری دلگدگی میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
میں تو تیرے حکم سے آیا اگر نفوس ہے
جیفہ دنیا پہ کیسے لگ گئے دنیا کے لوگ
دیں کو دیکر ہاتھ سے دنیا بھی افرجاتی ہے
رنگ تخی سے کوئی رنگت نہیں ہے خوشتر
سوچے سوچ نہیں بن روئے دلبر روشنی
لے لے کے پیارے جہاں ہیں تو ہے ایک منظر
اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیسے دیوانوں کا کام
کون ہے جسکے عمل ہوں پاک بے انوار عشق
غیر ہو کر غیر پر مرنا کسی کو کیا عرض
شرطہ پر صبر ہے اور ترک ناممضطرار
چل ہی ہے وہ ہوا جو خستہ انداز بہار
زندگی کیا خاک اُن کی جو کہ ہیں مردار و خوار
کوئی آسودہ نہیں بن عاشق و شیدائے یار
ہے یہی ایمان کا زور ہے یہی نہیں کا سنگار
یہ جہاں بے وصل دلبر ہے شب تاریک تار
جو تھے محبوں حقیقت میں ہی ہیں ہوشیار
نقد پالیتے ہیں وہ اور دوسرے امیدوار
کون کرتا ہے وفا بن اُسکے جس کا دل فگار
کون دیوانہ بنے اس راہ میں میل و نہار

کون چھوٹے خواب شیریں کج چھوٹے اکل شہر
کون لے غارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار

عشق ہو جس ہوں طے یہ سارے جنگل و خطر
پر ہزار نفوس دنیا کی طرف ہیں جھبک گئے
جس کو دیکھو آجکل فہم و شوخیوں میں طاق ہے
منبروں پر اُنکے سارا گایوں کا وعظ ہے
عشق ہے جو سر جھکا دے زیر تیغ ابدار
وہ جو کہتے تھے کہ ہے یہ خانہ ناپائیدار
آہ رحلت کر گئے وہ سب جو تھے تقویٰ شعار
مجلسوں میں انکی ہر دم سب فیت کا دوبار

جس طرف دیکھو یہی دنیا ہی مقصد ہو گئی
ہر طرف اس کیلئے رغبت و لائیں بار بار

ایک کاٹنا بھی اگر دیں گے کیے انکو لگے
 ہر زمان شکوہ زباں پر ہے اگر ناکام ہیں
 لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں لو رہیں
 اے کے پیارے بتاؤ کس طرح خوشنود ہو
 جس طرح تُو دُور ہے لوگوں سے بھی دُور ہوں
 نیک نطن کرنا طریق صالحان قوم ہے
 یہ خبر دونوں میں جو کہتے ہیں بدیا نیک مرد
 ابن مریم ہوں مگر ترا نہیں میں چرخ ہے
 ملک سے کچھ کو نہیں مطلب جنگوں کے کام
 تاج و تخت ہند قیصر کو مبارک ہو مدام
 بھگو کیا ملکوں کے حکمران سب سے بُدا

ہم تو بے ہیں فلک پر اس نہیں کو کیا کریں

آسمان کے پہننے والوں کو زمیں سے کیا انکار

ملک نعمانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
 داغِ قسمت سے طلب کرنا زمیں کا عز و جہا
 کام کیا جزئی ہے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض
 ہم اُسی کے ہو گئے ہیں جو ہمارا ہو گیا
 دیکھتا ہوں لینے نزل کو عرشِ رب العالیں
 گو بہت فنیامیں گذرے ہیں امیر و تاجدار
 جس کا جی چاہے کرے اس داغ سے دُور تنہا
 گر وہ ذلت ہے ہو راضی اُس پر تو عزتِ نثار
 چھوڑ کر دُنیا ئے دُور کو ہم نے پایا دُور نگار
 قُرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا بُھ میں یار

دوستی بھی ہے جب جہنم سے بھی بے خطر دوستی

آہی الفت سے الفت ہو کے دُورِ دل پر سوار

دیکھ لو میل و محبت میں عجب تاثیر ہے
کوئی رہ نزدیک تر راہ محبت سے نہیں
اُسکے پانے کا یہی لے دے تو اک راز ہے
تیرا تاثیر محبت کا خطا جاتا نہیں
ہے یہی اک آگ تا تم کو بچا دے آگ سے
اس سے خود آکر ملے گا تم سے وہ یار ازل
وہ کتاب پاک برتر جس کا فقرات نام ہے
چنگو ہے انکار اس سخت نواں ہیں وہ لوگ
کیا یہی اسلام کا ہے دوسرے دینوں پر فخر
مغیر فرقان مظہر کیا یہی ہے زُحدرِ مشک

گر یہی اسلام ہے بس ہو گئی اُمتِ ہلاک
کس طرح زہل سکے جب یہی ہی ہوتا یکساں

مُنہ کو اپنے کیوں بگاڑنا اُمیدوں کی طرح
کس طرح کے تم بشر ہو دیکھتے ہو صد نشان
بات سب پوری ہوئی پر تم وہی ناقص ہے
دیکھ لو وہ ساری باتیں کیسی پوری ہو گئیں
اُس زمانہ میں ذرا سوچو کہ میں کیا چیز تھا
فیض کے درِ کمال سے ہیں اپنے دامن کو پیار
پھر وہی ضد و متعصب اور وہی کین و نفار
باغ میں ہو کر بھی قسمت میں نہیں میں کے شمار
جن کا ہونا تھا بعید از عقل و فہم و افکار
جس زمانہ میں برآہیں کا دیا تھا اشتہار

پھر ذرا سوچو کہ اب چرچا مرا کیا ہوا

کس طرح سرعتِ شہرت ہو گئی در ہر دیار

باتا تھا کون کیا عزت تھی پہلے میں مجھے
کس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار

نئے رُجوعِ خلق کے اسباب مالِ معلوم و حکم
 ایک ان چاروں میں محروم تھا اور بے نصیب
 پھر رکھایا نام کا فر ہو گیا مطعونِ خلق
 اس پہ بھی میسے خدا نے یاد کر کے اپنا قول
 سائے منصوبہ جو تھے میری تباہی کیلئے
 سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
 کبر انساں کو مٹا دیتا ہے انسانِ دگر
 مُفتری ہوتا ہے آخر اس جہاں میں روئید
 افترا کی ایسی دم لمبی نہیں ہوتی کبھی

حسروں سے میرا دل پُر ہے کہ کیوں منکر ہوا
 یہ گھٹا اب مجھ کو مجھ آتی ہے دل پر بار بار

یہ عجب آنکھیں ہیں سُورج بھی نظر آتا نہیں
 قوم کی بدقسمتی اس سرکشی سے کھل گئی
 قوم میں ایسے بھی پاتا ہوں جو میں فُتلا کے کرم
 کر کے بل چل رہی ہے اُنکی گاڑی روز و شب
 دیں کے کاموں میں تو اُنکے لوکھڑاتے ہیں قدم

جلتِ عُمر مت کی کچھ پروا نہیں باقی رہی

ٹھونس کر مُردار پیٹوں میں نہیں لیتے ڈکار

لافتِ دوستی اور پاپِ دل میں سے بھرا
 اُسے عزیز و کب تک چل سکتی ہے گاندکی ناؤ
 بنے نیاں میں سببِ فسادِ بیچِ دل جیسے چلار
 ایک دن ہے غرقِ مہو نا باد و حیثہ اشکبار

جادوئی زندگی ہے موت کے اندر نماں
 اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اٹھا
 تیری عظمت کے کرشمے دیکھتا ہوں ہر گھڑی
 تیری قدرت دیکھ کر دیکھا جہاں کو مردہ وار
 کام دکھلانے جو تُو نے میری نصرت کی ہے
 پھر تے ہیں آنکھوں کے آگے ہر زبان فہ کار و بار
 کس طرح تُو نے سچائی کو سری ثابت کیا
 میں تے قرباں ہری جاں تیرے کاموں پر نثار
 ہے جب اک غامیت تیرے جمالِ حق میں
 جس نے اک چمکار سے مجھ کو کیا دیوانہ وار
 اے مے پیکرِ مصلحت میں پڑی ہو میری قوم
 تیری قدرت کے نہیں کچھ دور گر پائیں سدھار
 مجھ کو کافر کہتے ہیں میں بھی انھیں میں کوں
 گرد نہ ہو پر ہیز کرنا جھوٹ سے دیں کا شمار

مجھ پہ اے واعظِ نظر کی یا نے تجھ پر نہ کی

خُف اس ایساں پہ جس سے کفر بہتر لاکھ بار

رومنہ آدم کہ تھادہ نامکمل اب ملک
 میرے آنے سے ہو اکال مجملہ برگ بار
 وہ خدا جس نے نبی کو تھانہ زبانی دیا
 زیور دیں کو بناتا ہے وہ اب مثلِ سُندار
 وہ دکھاتا ہے کہ دیں میں کچھ نہیں اکراہِ مجبر
 دیں تو خود کھینچے ہو دلِ مثلِ بُتِ یسینِ مزار
 بس جی ہی مجز جو اُس نے کیا منہ از جہاد
 نا اٹھا ہے دیں کی رو سے جو اٹھا تھا اک غبار
 تاد کماے ننگروں کو دیں کی ذاتی غو بیاں
 جن سچوں شرمندہ جو اسلام پر کرتے ہیں وار

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں

وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا شکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک مجرہ
 معنی رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار
 نور لائے آسمانِ خود بھی وہ اک نور تھے
 قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے مار
 روشنی میں مہر تاباں کی بھلا کیا فرق ہو
 گرچہ ننگے روم کی سہ حد سے یاز رنگبار

اے مے پیار ڈمکیب مبر کی عادت کرو
نفس کو مارو کہ اُس جیسا کوئی دشمن نہیں
جس نے نفس توں کو بہت کر کے زیر پایا
گایاں سن کر وہ عادیو پا کے دکھ آرام دو
تم نہ گھبراؤ اگر وہ گایاں دیں ہر گھڑی
چپے ہو تم دیکھ کر ان کے سالوں میں ستم
دیکھ کر لوگوں کا جوش غیظ مت کچھ غم کرو
افتران کی نگاہوں میں ہمارا کام ہے

خیر خواہی میں جہاں کی غول کیا ہم نے جگر
جنگ بھی مٹی صلح کی نیت سے ادا کیں سے غرار

پاک دل پر بگانی ہے یہ شقوت کا نشان
جگہ بکتے ہیں کہ کاذب چھوٹے پھلتے نہیں
کیا تمہاری آنکھ سب کچھ دیکھ کر اندھی ہوئی
آنکھ رکھتے ہو ذرا سوچو کہ یہ کیا راز ہے

یہ کرم مجھ پر ہے کیوں کوئی تو اس میں بات ہے

بے سبب ہرگز نہیں یہ کاروبار کردگار

مجھ کو خود اس نے دیا ہے چشمہ توحید پاک
دش پر سیسہ رو چادر کہ دی اُس یار نے
خیر گ سے بدگمانی اس قدر اچھی نہیں
ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر

آنگاہے از سر نو بارغ دیں میں لالہ زار
پھر اگر قدرت سے اُسے منکر تو یہ چادر آتار
ان لوں میں جب کہ ہے شور قیامت آشکار
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہورستگار

صدق سے میری طرف کد اسی میں خیر ہے
پیشی دیوار دیں اور ماہن اسلام ہوں
جاہلوں میں استعد کیوں بدگمانی بڑھ گئی
کچھ تو سمجھیں بات کو یہ دل میں اماں ہی رہا
اے کہ ہر دم بدگمانی تیرا کاروبار ہے
میں اگر کاذب ہوں کذابوں کی ٹیکھوں کا سزا
ہیں دینے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
نار سا ہے دست دشمن تا بفرق ایں جدار
کچھ بڑے آئے ہیں من یا بزرگنی لعنت کی مار
واہ سے شیطان عجب ان کو کیا اپنا شکار
دوسری قوت کہاں گم ہو گئی اے ہوشیار
پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے روز شمار
اس تعصب پر نظر کرنا کہ میں اسلام پر
ہوں خدا پھر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار

میں وہ پانی ہوں کد آیا آسمان سے وقت پر
ہائے وہ تقویٰ جو کہتے تھے کہاں مٹتی ہوئی
کام خود کھلانے اس ثلاثی نے میرے لیے
میں نے روتے روتے دن کر دیا تر درد سے
ہائے یہ کیا ہو گیا عقلوں پہ کیا پتھر پڑے
یا کسی محض گنہ سے شامت اعمال ہے
جس سے عقلیں ہو گئیں بیکار اور اک مُردہ دار

گردنوں پر زنجی ہے سب مام لوگوں کا گنہ
ایسے کچھ سوتے کہ پھر جاگنے نہیں ہیں اب تلک
فوج انساں میں بدی کا تخم بونا ظلم ہے
چھوڑ کر فرقان کو آٹھار مخالفت پر بے رحم
جبکہ ہے امکان کذب کج روی اخبار میں
جنگے و غفلت کجماں کے آگیا دل میں غماز
ایسے کچھ مجھ لے کہ پھر نیاں ہو اگر دن کا مار
وہ بدی آتی ہے اُسپر جو ہو اسکا کاشتکار
سر پہ سلم اور بخاری کے دیا ناحق کا بار
پھر حماقت ہے کہ رکھیں سب نبی پر انحصار

جیکہ ہم نے نور حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے
 جیکہ خود وحی خدا نے وحی خبریہ باریاد
 پھر یقین کو چھوڑ کر ہم کیوں گمناموں پر چلیں
 خود کو رویت ہے بہتر یا نقول پر غبار
 تفرقہ اسلام میں نقول کی کثرت سے ہوا
 جس کا ہر ہے کہ راہ نقل ہے بے اعتبار
 نقل کی تمہی اک خطا کاری میما کی حیات
 جس کی نصرانیت کا ہو گیا خدمت گزار

مد ہزاراں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر

ہو گئے شیطان کے چیلے گردن دیں پر سوار

موت پہنچی شہادت دی خدا نے صاف
 پھر احادیث مخالف رکھتی ہیں کیا اعتبار
 گر گماں محنت کا ہو پھر قابل تابدل ہیں
 کیا حدیثوں کیلئے فرقان پر کر سکتے ہو دار
 وہ خدا جس نے نشانوں سے مجھے تمغہ دیا
 اب بھی وہ تائید فرقان کر رہا ہے بار بار
 سر کو پیٹو آسمان سے اب کوئی آتا نہیں
 غمزدنیاسے بھی اب ہے آگیا ہفت ہزار
 اسکے آتے آتے دیں کا ہو گیا قعتہ تمام
 کیا وہ تب آئیگا جب دیکھے گا میں کامزار
 کشتی اسلام بے لطف خدا ب غرق ہے
 لے جنوں کچھ کام کر بیکا رہیں مقولوں کے دار

۱۔ کتب تابعہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ عرونیہ کی حضرت آدم علیہ السلام سے سات ہزار برس
 تک ہے۔ اسی کی طرف قرآن شریف اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے کہ (إِنَّا يَوْمَ نَأْتِيكَ بِكَافَّةٍ مِّنْ عَذَابِنَا مُّتَوَاتِنًا
 نَعْلَمُ أَنَّكَ يَوْمَئِذٍ مِنَ الْعَادِلِينَ) خدا کا ایک دن تمہارے ہزار برس کے برابر ہے اور خدا تعالیٰ نے میرے دل پر یہ امام کیا ہے کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک حضرت آدم سے اسی قدر مدت بحساب قمری گذری تھی جو اس سورۃ
 کے حروف کی تعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتی ہے اور اس کے دو سے حضرت آدم سے اب ساتواں ہزار
 بحساب قمری ہے جو دنیا کے خاتمہ پر دلالت کرتا ہے اور یہ بحساب جو سورہ ذالھجۃ کے حروف کے اعداد کا لے
 سے معلوم ہوتا ہے۔ یہود اور نصاریٰ کے حساب سے قرینہ تمام و کمال فتنہ ہے صرف قمری اور شمسی حساب کو ملحوظ
 رکھ لینا چاہیے اور ان کی کتابوں سے پایا جاتا ہے جو مسیح موعود کا چھٹے ہزار میں آنا ضروری ہے اور کئی برس
 ہو گئے کہ چھٹا ہزار گزر گیا۔ منہ

نجم کو دے اک فوقِ حادثہ کھڑا جو شِ توپش
جس کے ہواؤں میں غم میں دیں کے اک دیوانہ دار
وہ لگا دے آگ میرے دل میں فتنہ بھلنے
شعلے پہنیں جس کے ہر دم آسماں تک پیشمار
اے خدا تیرے لئے ہر ذرہ ہو میرا ندا
مجھ کو دکھلا دے بہار دیں کہ میں ہوں اشکبار
خاکساری کو ہماری دیکھ اے دانائے راز

کام تیرا کام ہے ہم ہو گئے اب بے قرار
اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فراق کی طرف
نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ اور بچار
ایکے فراق بھر شک اور یس وہ پاک ہے
تنگ ہو جائے مخالف پر مجالِ کارزار
پھر نقیلیں بھی اگر میری طرف پیش ہوں
باغِ مژہ جایا ہوا تھا گر گئے تھے سب شرم
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا شمار
مرہمِ یلانی نے دی تھی معضیلے کو شفا
میری مرہم سے شفا پائے گا ہر ملک دیدار
جھلکتے تھے نور کو وہ روزِ بیدوار سے

لیکٹ جب فر کھل گئے پھر ہو گئے شہرِ شہاد

وہ خزان جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی بٹلے اُمیدوار
پر جوئے دیں کے لیے یہ لوگ بار آیتیں
دشمنوں کو خوش کیا اور ہو گیا آزدہ یار
غل چلے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے
پاک کو ناپاک سمجھ ہو گئے مردارِ غوار
گو وہ کافر کہہ کے ہم سے دُور تر ہیں جا پڑے
انکے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حنین و دلفگار
ہم نے یہ مانا کہ انکے دل میں پتھر ہو گئے
پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نادر
یکے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں بننا اُمید
آیتِ اَلَا تَيْسُؤُا رُکْمَتِی ہے دل کو استوار
پیشہ ہے دانا ہمارا پیشِ ربِّ دُوالہن
یہ شجرِ آخر کبھی اس نہر سے لائینگے بار
جن میں آیا ہے سیحِ وقت وہ منکر ہوئے
مر گئے تھے اس تمنائیں خواص ہر دیار

میں نہیں کتا کہ میری جان سب سے پاک تر میں نہیں کتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں شمار
میں نہیں لکھا تھا اس دعویٰ سے اک ذرہ خیر کھول کر دیکھو بڑا میں کو کہتا ہوا اعتبار
گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایانِ قریش
وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار

بھوکوں ہے وہ خداوندوں کی کچھ پروا نہیں ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکم کر دگار
افترانت ہے اور ہر مغتری ملوں ہے پھر عین فہمی ہے جو صادق رکھتا ہے نثار
تشنہ پیٹے ہو کنار جوئے شیریں خیف ہے سرزمین ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار
ان نشانوں کو ذرا سوچو کہ کس کے کام ہیں کیا ضرورت ہے کہ دکھلاؤ غضب یوازہ دار
مفت میں موزم خدا کے مت بنو اے منکود یہ خدا کا ہے نہ ہے یہ مغتری کا کاروبار

یہ فتوحات نمایاں یہ تو اتر سے نشان

کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار

ایسی سرعت یہ شہرت نا اٹھالوں کے بعد کیا نہیں ثابت یہ کرتی صدق قول کر دگار
کچھ تو سوچو ہوش کر کے کیا یہ مہموں ہے بات جس کا چرچا کر رہا ہے ہر بشر اور ہر دیار
مٹ گئے جیسے تھماے ہو گئی محبت تمام اب بھوکس پر ہوئی لے منکر ولنت کی مار
بندہ درگاہ ہوں اور بندگی سے کام ہے پچھ نہیں فتح سے مطلب دل میں خوف بار
مست کرو بک بکست اسکی دلوں پر ہے نظر دیکھتا ہے پاکی دل کو نہ باتوں کی سنوار

نہ اب تک مئی ہزار خدا تعالیٰ کے نشان میرے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں۔ زمین نے بھی میرے سیلے
نشان دکھلائے اور آسمان نے بھی اور دستوں میں بھی ظاہر ہوئے اور دشمنوں میں بھی جن کے کئی لاکھ انسان
گواہ ہیں اور ان نشانوں کو اگر تفصیلاً جدا جدا شمار کیا جائے تو تقریباً وہ سارے نشان دس لاکھ تک
پہنچتے ہیں۔ فاعلم للہ علی ذلک۔ منہ

کیسے پتھر پڑ گئے ہئے بئے تمہاری عقل پر دس ہمتیں گرگ کے تم گرگ کے خود پاسدار

ہر طرف پھرد رہے ہیں دین احمد پر تیر

کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور اُنکے وہ دار

کون سی آنکھیں اُس کو دیکھ کر روتی نہیں کھار رہے ہیں ٹپانے ہاتھ سے قوموں کے آسج
کون سے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بے قرار اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار
کیا یہ شمس الدین غیاں ہو جائے گا اب زیر غار کیا یہ شمس الدین غیاں ہو جائے گا اب زیر غار
دل گٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار دل گٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار
ہر نبی و متعلق اس جنگ کی دی تھی خبر کر گئے وہ سب غنائیں باد و چشم اشکبار
اُسے خدا شیطاں بھکومتی دے رحمت کے ساتھ

وہ کٹھی کر رہا ہے اپنی قومیں بے شمار

جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگ اُس اور جاپان سے جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگ اُس اور جاپان سے
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ شکل سوچ کر دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ شکل سوچ کر
بستر راحت کہاں ان فکر کے آیام میں بستر راحت کہاں ان فکر کے آیام میں
شکر شیطاں کھڑے ہیں جہاں ہے گھر گھیا شکر شیطاں کھڑے ہیں جہاں ہے گھر گھیا
نسل انساں سے مدد اب مانگنا بیکار ہے نسل انساں سے مدد اب مانگنا بیکار ہے
کیوں کریں گے وہ مدد انکو مدد سے کیا غرض کیوں کریں گے وہ مدد انکو مدد سے کیا غرض
پر بٹے رہ رہ کے آتا ہے تعجب قوم سے پر بٹے رہ رہ کے آتا ہے تعجب قوم سے
شکر اللہ میری بھی آپس نہیں خالی گیتیں شکر اللہ میری بھی آپس نہیں خالی گیتیں
اک طرف طاغوت غوثی کھا رہا ہے ملک کو اک طرف طاغوت غوثی کھا رہا ہے ملک کو
دوسرے منگل کے دن آیا تھا ایسا زلزلہ دوسرے منگل کے دن آیا تھا ایسا زلزلہ
میں غریب اور بے مقابل پر صلیب نامدار میں غریب اور بے مقابل پر صلیب نامدار
اُسے مری جاں کی پناہ فوج ملائکہ کو اُسار اُسے مری جاں کی پناہ فوج ملائکہ کو اُسار
خسٹم ہڑن ہو رہا ہے بد تراز شب ہائے تار خسٹم ہڑن ہو رہا ہے بد تراز شب ہائے تار
بات شکل ہو گئی قدرت دکھائے میرے یاد بات شکل ہو گئی قدرت دکھائے میرے یاد
اب تلاری ہے تری درگاہ میں یارب پکار اب تلاری ہے تری درگاہ میں یارب پکار
ہم تو کافر ہو چکے اُن کی نظر میں بار بار ہم تو کافر ہو چکے اُن کی نظر میں بار بار
کیوں نہیں وہ دیکھتے جو ہو رہا ہے آشکار کیوں نہیں وہ دیکھتے جو ہو رہا ہے آشکار
کچھ بنیں طاغوت کی صورت کچھ زلازل کے بُخار کچھ بنیں طاغوت کی صورت کچھ زلازل کے بُخار
ہو رہے ہیں ہزاراں آدمی اُس کا شکار ہو رہے ہیں ہزاراں آدمی اُس کا شکار
جس سے اک محشر کا عالم تھا بصد شور و پکار جس سے اک محشر کا عالم تھا بصد شور و پکار

ایک ہی دم میں ہزاروں جن چل پھل دئے
جس قدر گھر گئے اُن کا کروں کیونکر شمار

یا تو وہ عالی مقام تھے وزیب جلوس
یا بھئے اک ٹھیلٹھیلوں کے پُرا زگرد و غبار
حشر جس کو کہتے ہیں اک دم میں برپا ہو گیا
ہر طرف میں مرگ کی آواز مٹی اور اضطراب
دب گئے نیچے پاؤں کے کئی دیہات شہر
مر گئے لاکھوں بشر اور ہو گئے دنیا سے پار
اس نٹال کو دیکھ کر پھر بھی نہیں ہیں نرم دل
پس غمجلانے کہ اب کس حشر کا ہے انتظار
وہ جو کھلاتے تھے مٹوئی کہیں میں سب بڑھ گئے
کیا یہی عادت تھی شیخ غزنوی کی یادگار

کہتے ہیں لوگوں کو ہم بھی ذبحہ الابراہیم!

پڑتی ہے ہم پر بھی کچھ کچھ وحی رحماں کی پھو بار

پر دُہی نافہم لہم اول الامداد ہوئے
آ گیا چرخ بریں سنان کو کھینچوں کا تار
سب نشان بیکار لکھے بغض کلا گئے ہوئے
ہو گیا تیر تعصب اُن کے دل میں وار پار
دیکھتے ہرگز نہیں قدرت کو اُس ستار کی
گو سناویں اُن کو وہ اپنی بجالتے ہیں ستار
مٹو فیما اب پہنچ ہے تیری طرح تیری تراز
آسمان سے آگئی میری شہادت بار بار
قدرت حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہو گئے
یا محبت کے دُہ دن تھے یا بُھوا ایسا نفار
دھو دیے دل وہ سائے محبت نیریں کے رنگ
پھول بن کر ایک نیت تک ہوئے آخو کو خار
جس قدر نقد تعارف تھا وہ کھو بیٹھے تمام
آہ! یہ کیا دل میں گذرا ہوں میں اس کو لنگار
آسمان پر شور ہے پر کچھ نہیں تم کو خبر
دن تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گرد و غبار
اک نشان ہے آیا اب آج سے کچھ دن کے بعد
جس گردش کھائی گئے دیہات و شہر اور غراز

آئے کا قبر خدا سے خلق پر اک انقلاب
 یک ایک ان لڑنے سخت جنبش کھائی نکلنے
 اک جھپک میں یہ زمین جھلنے کی پرواز
 رات جو رکھتے تھے پوشائیں بربگ یا سمن
 ہوش اوجھائی نکلے انسان کے پرندوں کھس
 ہر شان پر وہ سماعت سماعت، اور وہ گھڑی
 خون سے مڑوں کے کوہستان کچھ رواں
 منہم اوجھائی نکلے اس خوف سے کسب جن دامن
 اک نونہ قہر کا ہو گا وہ ربانی نشان
 ہاں نہ کر جلدی سے نکالنے سفیر نشان
 دہی حق کی بات ہے ہو کر ہے گی بے خطا
 یہ گمان مت کر کہ یہ سب گمانی ہے معاف



لے خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار غصہ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہو گا جو موت قیامت ہو گا بلکہ قیامت کا زلزلہ
 اس کو گنا چاہیے جس کی طرف مقررہ اذکار لیتا تھا اشارہ کرتی ہے لیکن یہاں تک اس زلزلہ
 کے فتنہ کو قطعی یقین کیا تھا ہر پر جانیں سکنا ممکن ہے کہ یہ سہول زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا
 نفاذ دیکھلائے جس کی نظیر کسی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو۔ اور جاویدوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر
 ایسا فوق العادت نشان ظاہر ہو اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس صورت میں کاتب مہر میں
 لا۔ مگر میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ یہ شدید آفت میں کو خدا تعالیٰ نے زلزلہ سے تعبیر کیا ہے صرف اختلاف مذہب پر
 کوئی اثر نہیں رکھتی اور نہ ہندو یا عیسائی ہوئی وجہ سے کسی پر مذہب اسکا ہے اور اس وجہ سے اسکا ہے کہ کوئی
 میری ہیئت میں داخل نہیں۔ یہ سب لوگ اس تشریف سے محفوظ ہیں۔ ہاں جو شخص خواہ کسی مذہب کا پابند ہو جو ہم
 پیشہ ہو نا اپنی عادت سکے اور فتنہ و فوج میں غرق ہو اور زانی، فحشی، پور، ظالم اور ناحق کے طور پر بداندیش، بد زبان
 اور بد چلن ہو اس کو اس سے ڈرنا چاہیے اور اگر توبہ کرے تو اس کو بھی کچھ غم نہیں اور مخلوق کے نیک کردار اور
 نیک چلن ہونے سے یہ مذہب ال سکنا ہے قطعی نہیں ہے۔ منہ

درِ اسِ توحید

وہ دیکتا ہے فیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
 جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اس میں وہ کیا نہیں
 سورج پہ غور کر کے نہ پائی وہ روشنی
 جب چاند کو بھی دیکھا تو اس یار سا نہیں
 واحد ہے لا شریک ہے اور لازوال ہے
 سب موت کا شکار ہیں اس کو فنا نہیں
 سب غیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
 ڈھونڈو اسی کو یار و بتوں میں دفن نہیں
 اس جانے پڑ عذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
 دوزخ ہے یہ مقام یہ بُستیاں سرا نہیں



پیش گوئی جنگِ عظیم

یہ نشانِ زلزلہ جو ہو چکا منگل کے دن
 اک مینافست بھڑی لے غافل کو کچھ دن کے بعد
 فاسقوں اور فاجروں پر وہ گھڑی دُشوار ہے
 غُوبِ کھل جائیگا لوگوں پر کہ دیں کس کا ہے دیں
 دہی حق کے ظاہری غفلتوں میں، وہ زلزلہ
 کچھ ہی ہو پر وہ نہیں رکھتا زمانہ میں نظیر
 یہ جو طاعونِ ملک میں اس کو کچھ نسبت نہیں
 وقت سے توبہ کرو جلدی مگر کچھ رحم ہو
 تم نہیں لوہے کے کیوں ڈرتے نہیں اس وقت سے
 وہ تباہی آنے لگی شہروں پر اور دیہات پر
 ایک دم میں غم کدے ہو جائینگے وحشت کدے
 وہ جو تھے اُدھے محل اور وہ جو تھے قصر بریں
 ایک ہی گردش سے مگر ہو جائینگے مٹی کا ڈیر
 پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اس سے ڈر نہیں

وہ تو اک لقمہ تھا جو تم کو کھلایا ہے شمار
 جس کی تپا ہے خضرِ فرقاں میں رحماں بار بار
 جس سے قیصر بن کے پھر دیکھیں گے قیصر کا بگسار
 پاک کر دینے کا تیر تہ کعبہ ہے یا ہر دوار
 ایک مکن ہے کہ ہو کچھ اور ہی قسموں کی مار
 فوقِ مادست ہے کہ سمجھا جائے گا روزِ شمار
 اُس ملا ہے وہ توبہ ہے اک حشر کا نقشِ بنگار
 سُست کھیں بیٹھے ہو جیسے کوئی پی کر کو کنار
 جس سے پڑ جائیگی اک دم میں پہاڑوں میں بُغار
 جس کی دُنیا میں نہیں ہے مثل کوئی زمیندار
 شادیاں کرتے تھے جو پیش گے ہو کر سو گوار
 پست ہو جائینگے جیسے پست ہو اک جائے غار
 جس قدر جانیں تلف ہو گئی نہیں ان کا شمار
 اُن کو جو جھکتے ہیں اس درگاہ پہ ہو کر خاکسار

یہ خوشی کی بات سب کام اسکے ہاتھ ہے
 کب یہ ہوگا؛ یہ خدا کو علم ہے پر اس قدر
 پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی
 یاد کر فرماتاں سے لفظ ذلزلت زلزالہما
 سخت ماتم کے وہ دن ہونگے مصیبت کی گھڑی
 آگ ہے پر آگ سے سب بچائے جائیگے
 انیسائے نفع میں اے غافل اچھا نہیں
 کیوں نہیں فرتے خدا سے کیسے دل لٹھے ہوئے
 یہ نشان آخری ہے کام کر جائے مگر
 آسمان پر ان دنوں تہر خدا کا جوش ہے
 اس نشان کے بعد ایمان قابل عزت نہیں
 اس میں کیا غولی کہ ذکر آگ میں پھر صاف ہوں
 اب تو زمری کے گئے دن اب خدا نے ٹھیکیں

وہ جو ہے دھما غصیب میں اور ہے آمرنگار
 دی خبر تجھ کو کہ وہ دن ہوں گے ایام بہار
 یہ خدا کی وحی ہے اب سوچ لو بے ہوشیار
 ایک دن ہوگا دی جو غیب کے پایات سار
 ایک دن ہونگے نیوں کیلئے شیریں شمار
 جو کر رکھتے ہیں غنائے ذوالعباس سے پیار
 دور تر ہٹ جاؤ اس سے یہ شیروں کی کچھار
 بے خدا ہرگز نہیں بدقسمت کوئی بہار
 دردناک باقی نہیں ہے تم میں اُمیدِ سدا
 کیا نہیں تم میں سے کوئی بھی رشید و ہوندا
 ایسا جاہل ہے کہ نو پوشوں کا جیسے ہوا تار
 خوش نصیبی ہو اگر اب سے کردل کی سٹوار
 کام وہ دکھلائے گا جیسے ہتھوڑے سے ٹوٹا

یہ یاد ہے کہ جس مذاب کیلئے یہ پیش گوئی ہے اس مذاب کو خدا تعالیٰ نے بار بار زلزلہ کے نطفے سے بیان کیا ہے
 اگرچہ پہلا ہر وہ زلزلہ ہے اور ظاہر افلاک میں سناستے ہیں کہ وہ زلزلہ ہی ہوگا لیکن چونکہ عادت الہی میں استعارات بھی
 داخل ہیں اس لیے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ قافیا تو وہ زلزلہ ہے درد کوئی اور مانگدا زلزلہ فوق العادت مذاب ہے جو
 زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کی بار بار شائع کرنے کی آہی دہرے ضرورت پیش آئی ہے جو پہلے زلزلہ کی
 خبر و اچھی طرح شائع نہیں کی گئی اس سے بہت سی جانوں کا نقصان ہوا اسلئے میں نے مناسب سمجھا کہ دوسری
 ہیٹھ گوئی میں جو زلزلہ کے بارے میں ہے جہاں تک میری طاقت ہے لوگوں کو خبر کر دوں تا شاید میری بار بار کی اشاعت
 سے لوگوں کے دل میں صلاحیت کا خیال پیدا ہو جائے اور اس مذاب کے لئے کیلئے اس بات کی ضرورت نہیں کہ
 کوئی عیسائی ہو یا ہندو یا مسلمان ہو یا کوئی شخص ہماری بیعت کرے۔ ہاں یہ ضرورت ہے کہ لوگ نیک چلنی اختیار کریں
 اور جرائم پیشہ ہونا چھوڑ دیں۔ منہ

اُس گھڑی شیطان بھی ہوگا سجدہ کرنے کو کھڑا
 بے خدا اس وقت دنیا میں کوئی امن نہیں
 تم سے غائب ہے گریں دیکھتا ہوں ہر گھڑی
 گر کر دو یہ تو اب بھی خیر ہے کچھ غم نہیں
 وہ خدا علم و فضل میں نہیں رکھتا نظیر
 میں نے دلتے دلتے جہنم گاہ بھی ترک دیا
 یا الہی اک نشان پلنے کرم سے پھر دکھا
 اک کرشمہ سے دکھا اپنی وہ عظمت اے قدیر
 تیری طاقت سے جو ٹکریں انہیں اب کچھ دکھا
 زور سے جھکے اگر کھائے زمین کچھ غم نہیں
 دین تقویٰ کم ہوا جاتا ہے یا رب رحم کر
 میرے آنسو اس غم دل سوز سے تھمتے نہیں
 ہیں تو اک ناپیر ہے دنیا ہے جو کچھ چیز ہے
 جس طرف نکھیں ہیں اک حریت کا جوش ہے
 جاہ و دولت سے یہ زہر ملی ہوا پیدا ہوئی
 ہے بلندی شان ایزد گر بشر ہوئے بلند
 ایسے مغروروں کی کثرت نے کیا دیں کوتاہ

دل میں یہ رکھ لو کہ کم سجد ہو پھر ایک بار
 یا اگر ممکن ہو اب سے سوچ لو راہ فرار
 پھر تاجے آنکھوں کے آگے وہ زمانہ روزگار
 تم تو خود بننے ہو تہر ذوالہنن کے خواستگار
 کیوں پھرے جاتے ہو اُسکے حکم سے دیوانہ وار
 پر نہیں ان خشک دل لوگوں کو خوف کروگار
 گردنیں جھک جائیں جس اور دیکھتے ہوں غوار
 جس کے دیکھے تیرے چہرے کو ہر اک غفلت شمار
 پھر بدل دے لکھن و گلزار سے یہ دشت غار
 پر کسی دُحسبے تزلزل سے ہو بت رستگار
 بے بسی سے ہم پڑے ہیں کیا کریں کیا اختیار
 ہیں کامروبراں سے اور دنیا کے ہیں مالی منار
 آنکھیں اُن کی جو رکھتے ہیں زرد و جز و قار
 دس کھٹنا اور نمازوں و روزوں رکھتے ہیں عار
 موجب نخوت ہوئی رفعت کہ تھی اک زہر مار
 فقر کی کچھ جانیں وہ ہے مستعار مستعار
 ہے یہی غم تیرے دل میں جس جہوں میں دلفگار

اے مرے پیارے مجھے اس غم سے کر رہا
 درد نہ ہو جائے گی جاں اس درد سے تجھ پر شمار



بدنظمی سے بچو

اگر دل میں تمہارے شمر نہیں ہے
کوئی جو غن بد رکھتا ہے عادت
گمان بد شیا میں کا ہے پیشہ
تمہارے دل میں شیطان ہے پختہ
ذہبی کرتا ہے غن بد پلا زریب
وہ عاشق ہے کہ جس نے رہ گنویا
مگر عاشق کو ہرگز بد نہ کیسو !
اگر عشاق کا ہو پاک دامن
مگر مشکل یہی ہے درمیاں میں
تیں یہ بھی سناؤں اس بیاں میں
وہ عاشق ہے کہ جس کو حسب تقدیر
نہ شہوت ہے نہ بے کچھ نفس کا جوش

تو پھر کیوں غن بد سے ڈر نہیں ہے
بدی سے خود وہ رکھتا ہے ارادت
نہ اصل عفت و دیں کا ہے پیشہ
اسی سے ہیں تمہارے کام پختہ
کہ جو رکھتا ہے پردہ میں وہی عیب
نظر بازی کو اک پیشہ بنایا
دہاں بدنظموں سے بچ کے رہو
یقین سمجھو کہ ہے تریاق دامن
کہ گل بے خار کم ہیں بوستاں میں
کہ عاشق کس کو کہتے ہیں جہاں میں
محبت کی کماں سے آ لگا تیر
ہوا لغت کے پیمانوں سے مدہوش

لگی سینہ میں اُس کے آگ غم کی
نہیں اسکو خبر کچھ تیج دغم کی



ہجوم مشکلات سے نجات حاصل کرنیکا طریق

ذیل میں جو نظم درج کی جاتی ہے یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک صاحب شیخ محمد بخش رئیس کو دیا تھا۔
 صلیح گہرست کو لکھ کر عطا فرمائی تھی جبکہ وہ سخت مالی مشکلات میں مبتلا تھے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے فیصل اُن کی مشکالیعت دور کر دیں۔

اک نہ اک دن پیش ہو گا تو فنا کے سامنے
 چھوڑنی ہو گی تجھے دنیائے فانی ایک دن
 مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو خدا
 بارگاہِ ایزدی سے تُو نہ یوں مایوس ہو
 حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
 چاہیے تجھ کو سانا قلب سے نقشِ دوئی
 چاہیے نفرتِ بدی سے اور نیکی سے پیار
 چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے
 ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خدا کے سامنے
 رنج و غم یاس و اَلَمِ فکر و بلا کے سامنے
 شکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
 کربیاں سب حاجتیں حاجتِ خدا کے سامنے
 سر جھکا بس مالکِ ارض و سما کے سامنے
 ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھٹتا ہے بھلا
 قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے



متفرق اشعار

۱- نہیں معمور ہرگز راستہ قدرت نمائی کا
خدا کی قدرتوں کا صرد و عوی ہے خدائی کا

۲- قدرت کے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت اس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو مجھے کہ کر دنگا یہ میں منور مٹی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

۳- جس نے پیدا کیا دہی جانے دوسرا کیونکر اس کو پہچالے
غیر کو غیر کی غیب کیا جو نظر دور کا رگر کیا ہو

۴- ہم نے اُلفت میں تری بار اُٹھایا کیا کیا
تجھ کو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

۵- جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سا ہو گیا آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
شکر اللہ! مل گیا ہم کو وہ نعل بے بدل کیا ہوا اگر قوم کا دل شک خارا ہو گیا

۱- براہین احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۴۰۱ مطبوعہ ۱۹۹۵ء ۲- اشتہار اعلان مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۲۲ مارچ ۱۹۹۹ء

۳- ٹرمز چشم آریہ صفحہ ۱۸۴ مطبوعہ ۱۹۹۹ء ۴- اشتہار یک انجیل و اشعار (سرمہ چشم آریہ) مطبوعہ ۱۹۹۹ء

۵- ازالہ اوبام جلد دوم صفحہ ۶۶۵ مطبوعہ ۱۹۹۱ء

۱- پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا! قدرتِ حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
جھوٹ اور سچ میں بچھے فرق وہ پیدا ہوگا کوئی پابائیگا عزت کوئی رُسا ہوگا!



۲- لوگوں کے نقصوں اور کمیتوں کیا ہوتا ہے
جس کا کوئی بھی نہیں اُس کا خدا ہوتا ہے
بے خدا کوئی بھی ساقی نہیں تکیفِ حق
اپنا سایہ بھی اندھیرے میں بُدا ہوتا ہے



۳- جس کی تعلیم یہ خیانت ہے ایسے دیں پر ہزار لعنت ہے



۴- دوستو! ک نظرِ خدا کے لئے تیرا مخلوق مُصطفیٰ کے لئے



۵- کوئی جو مُردوں کے عالم میں جائے وہ خود ہو مُردہ تب وہ راہِ پاوے
کو زندوں کا مُردوں سے ہے کیا جوڑ یہ کیونکر ہو کوئی ہم کو بتاوے



۱- آئینہ کمالیات، المصطفیٰ، ۲۸ مطبوعہ ۱۳۹۳ھ - ۲- حاشیہ اشتہار میاں دانا خیار والا، اشعارِ مطبوعہ، ۱۰ مارچ ۱۳۹۳ھ

۳- آریہ دھرم صفحہ ۴۵ مطبوعہ ۱۳۹۵ھ - ۴- اشتہار مُستقیمتاً، بوجی اللہ، انفقار ۳۱ جنوری ۱۳۹۶ھ

۵- آیامِ اقلع صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ ۱۳۹۹ھ

۱- مر گیا بد بخت اپنے دار سے کٹ گیا سر اپنی ہی تلوار سے
نہل گئی ساری حقیقت سیف کی کم کرو اب ناز اُس مُردار سے

۲- کیسے کافر ہیں مانتے ہی نہیں ہم نے سو سو طرح سے بھلایا
اس غرض سے کہ زندہ یہ ہوویں ہم نے مرنا بھی دل میں ٹھہرایا
بھر گیا بارغ اب تو پھولوں سے آؤ بُل چلیں کہ دقت آیا

۳- جب سے اے یار تجھے یار بنایا ہم نے ہر نئے روز نیا نام رکھایا ہم نے
کیوں کوئی خلق کے طعنوں کی ہیں بے ہمتی یہ تو سب نقشِ دل اپنے سے مٹایا ہم نے

۴- اگر وہ جاں کو طلب کرتے ہیں تو جاں ہی ہے بلا سے کچھ تو نہٹ جائے فیصلہ دل کا
اگر ہزار بلا ہو تو دل نہیں ڈرتا ذرا تو دیکھئے کیسا ہے حوصلہ دل کا

۵- دقت تھا وقتِ سچا نہ کسی اور کا وقت میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

۲ - رسالہ اشیدالافغان ماہ دسمبر ۱۹۰۹ء

۳ - اخبار الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۱۲ء

۱ - نزول ایسح صفحہ ۲۲۴ مطبوعہ ۱۹۰۹ء

۳ - از مسودات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۵ - از مسودات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۱- پل رہی ہے نیم رحمت کی ' جو دُعا یجئے قبول ہے آج



۲- کروں گا دُور اس ماہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا



۱- نزول ایسج صفحہ ۲۲۵ مکتوبہ ۱۹۰۹ء

۲- تذکرہ صفحہ ۳۲۷

الہامی اشعار

۱۔ کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس سچ کے جس کی ماثلت کو خدا نے بتا دیا
عاذق طیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب خوبوں کو بھی تو تم نے سیما بنا دیا



۲۔ ستار کے کاروبار نمودار ہو گئے کافرو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے
کافرو کہتے تھے وہ نگوں سار ہو گئے جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے



۳۔ دشمن کا بھی خوب دار نکلا جس پر بھی وہ آر پار نکلا



۴۔ قادر ہے وہ بارگہ ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اُسکا بھید نہ پاوے



۵۔ برتر گمان و دہم سے احمد کی شان ہے جس کا غلام دیکھو یہ سچ الزام ہے



۱۔ مائیل پیج فتح اسلام مطبوعہ ۱۹۹۰ء - مذکورہ ۱۵۵

۲۔ فیض تحفہ گزودید عاشید صفحہ ۲۶ مطبوعہ ۱۹۸۲ء - ۳۔ الحکد ۳۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء - مذکورہ ۱۵۶

۴۔ اخبار بدر - ۲۲ نومبر ۱۹۸۶ء - ۵۔ (حقیقۃ الوحی) صفحہ ۲۴۴ کا عاشید مطبوعہ ۱۹۸۶ء

الہامی مصرعے

- ۱۔ ہے میرا وہ پر تمہارے وہ جو ہے مولیٰ کریم
- ۲۔ پھر مبار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی
- ۳۔ کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں
- ۴۔ پھر مبار آئی تو گئے تلج کے آنے کے دن
- ۵۔ پاک محمد مصطفیٰ جسیوں کا سردار
- ۶۔ جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو
- ۷۔ عشق الہی دتے منہ پر دلیاں ایسہ نشانی
- ۸۔ بدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے
- ۹۔ پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اس سے دُرنہیں

۱۔ اخبار بدر۔ ۲۰ اپریل ۱۹۰۵ء

۲۔ اخبار بدر۔ ۱۱ ارمی ۱۹۰۵ء

۳۔ اخبار بدر۔ ۱۷ ارمی ۱۹۰۶ء

۴۔ اخبار بدر۔ ۱۰ ارمی ۱۹۰۶ء

۵۔ براہین احمدیہ چار حصن ۵۵۵

۶۔ اخبار بدر۔ ۸ ارمی ۱۹۰۵ء

۷۔ اخبار بدر۔ ۲۵ اپریل ۱۹۰۵ء

۹۔ اخبار بدر۔ ۱۱ ارمی ۱۹۰۵ء

۸۔ اخبار بدر۔ ۱۶ اپریل ۱۹۰۵ء

- ۱۰۔ اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
 ۱۱۔ بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں ششاد
 ۱۲۔ چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشان کی پنج بار
 ۱۳۔ نادر بھی ہوگا تو ہوگا اس ٹھنڈی با حابل زار



- ۱۰۔ اخبارِ عالم ۳۰ اگست ۱۹۹۷ء
 ۱۱۔ ملبورن ۱۹۷۷ء منقول از شہید شریف احمد اور شہید کی آئین
 ۱۲۔ تحقیقاتِ الہیہ حقیقۃ الہی ص ۹۷ حاشیہ ۱۳۔ براہین احمدیہ جلد پنجم ص ۱۲